مقامِ مسیحِ موعودؑ علیہ السلام

تقریر دلپذیر جناب مولانا مولوی عبد المنان صاحب عمر
بر جلسہ سالانہ ۷۷ء

شائع کردہ
حضرت مولانا شیخ عبد الرحمٰن مصری صاحب
★
— افسر —
★
شعبہ دعوت و ارشاد

احمدیہ انجمن اشاعتِ اسلام لاہور

★

باراوّل ★ فروری ۱۹۷۸ء ★ قادر پریس لاہور ★ تعداد ایک ہزار

www.aaiil.org

مقام

مسیح موعود علیہ السلام

بر دو ر

از

مولانا مولوی عبد المنان عمر

ایم اے

الناشر

مرزا غلام احمد فاونڈیشن ، کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

"انا انزلنٰہ فی لیلۃ القدر وما ادرٰک ما لیلۃ القدر
لیلۃ القدر خیر من الف شھر تنزل الملٰئکۃ والروح فیھا
باذن ربھم من کل امر سلام ھی حتیٰ مطلع الفجر"

امروز قوم من نشناسد مقام من
روزے بگریہ یاد کند وقت خوشترم

اللہ تعالےٰ کے مامور جب دنیا میں آتے ہیں تو اپنے ساتھ بہت سی برکات لاتے ہیں۔ وہ برکات انفسی بھی ہوتی ہیں اور آفاقی بھی۔ مادی بھی ہوتی ہیں اور روحانی بھی، دینی بھی ہوتی ہیں اور دنیوی بھی۔ داخلی طور پر مامور کی ذات بھی اس سے حصّہ لیتی ہے۔ اور خارجی طور پر دوسرے لوگ بھی اپنے اپنے ظرف کے مطابق اور علےٰ قدر مراتب اس سے متاثر ہوتے ہیں۔

غرض لوگوں کی طبعی، اخلاقی اور روحانی حالتوں میں ایک تغیر عظیم واقع ہو جاتا ہے۔ آسمان پر ایک صورتِ انبساطی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور زمین میں انتشارِ روحانیت ہو جاتا ہے۔ اور یوں امام الزماں کے ساتھ ہزارہا انوار آتے ہیں:

مقامِ محفوظیت: بالذاتی طور پر سب سے پہلے مامور کو نفس نا ملقہ عطا کیا جاتا ہے۔ اسے مقامِ محفوظیت سے نوازا جاتا ہے۔ پیدائش سے پہلے ہی وہ ایک پاک

روح لے کر آتا ہے۔ اور پیدائش کے بعد بھی بچپن سے وفات تک وہ پاکباز رہتا ہے اس کی پوری زندگی پاکیزہ اور بے عیب ہوتی ہے۔ نیکی، تقویٰ، طہارت، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی پاسداری، نیکی کے کاموں میں تعاون، جھوٹ فریب، دروغ گوئی، بددیانتی سے اجتناب، عیش و عشرت کی زندگی سے کنارہ کشی۔ دوسروں کے اموال پر خواہش پروری اور استحصال ان کے قریب بھی نہیں پھٹکتا۔ وہ اپنے وجود پر فنا طاری کر لیتے ہیں۔ اور اپنے پورے وجود کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے ہو جاتے ہیں سفلی تعلقات کی آلائشیں ان میں نہیں رہتیں۔ ان لوگوں کا محفوظ و معصوم ہونا ضروری ہوتا ہے۔ کیونکہ جو خود گمراہ ہے وہ دوسروں کی کیا راہ بری کرے گا۔ جو خود اندھا ہے وہ دوسروں کو کیا راہ دکھائے گا۔ جو خود ناپاک ہے۔ وہ دوسروں کا کیونکر تزکیہ کر سکتا ہے انہیں طرح طرح کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے اس لئے بھی ان میں اعلیٰ درجہ کی اخلاقی قوت کا ہونا ضروری ہے۔

قرآن مجید نے مامورین کے اس مقامِ محفوظیت و معصومیت کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ "فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ افلا تعقلون" (یونس) کہ مدعی ماموریت کے اس دعوے پر غور کرو جب وہ اپنی معصومیت اور محفوظیت کو بطور دلیل پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اپنے دعوے ماموریت سے پہلے میں ایک لمبا عرصہ تم میں رہ چکا ہوں۔ اور ایک طویل زندگی تمہارے درمیان بسر کی ہے۔ کیا اس سے پہلے بھی تم نے کبھی کوئی عیب اور نقص میری زندگی میں دیکھا ہے۔ اور مجھے کبھی جھوٹ بولتے سنا ہے۔ اگر آج تک میں نے کسی انسان کے بارے میں جھوٹ نہیں بولا تو کیا اب میں اللہ تعالےٰ پر جھوٹ بول سکتا ہوں ؟

دنیا میں ہر چیز تسلسل چاہتی ہے۔ اور ہر شئے مدارج رکھتی ہے۔ نہ نیکی درمیانی مدارج چھوڑ کر اپنے کمال تک پہنچ سکتی ہے۔ اور نہ بدی درمیانی مراحل ترک کر کے اپنے انتہا کو پاسکتی ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ مشرق کی طرف دوڑنے والا معاً اپنے آپ کو مغرب کے دور کنارے پر دیکھے۔ یا شمال کو جانے والا آسٹریلیا سے دور افق جنوب میں اپنے آپ کو کھڑا پائے۔ مدعی اسی دلیل کو پیش کرتا ہے۔ کہ میں نے اپنی ایک طویل زندگی تم میں گذاری ہے۔ میں کوئی اجنبی نہیں ہوں۔ میں چھوٹا تھا اور تمہارے ہاتھوں میں بڑا ہوا ہوں۔ میں جوان تھا اور تمہارے درمیان درمیانی عمر کو پہنچا ہوں۔ میری خلوت اور جلوت سے تم خوب آگاہ ہو۔ میرا کام تم سے پوشیدہ نہیں اور کوئی بات تم سے مخفی نہیں۔ تم میں سے کوئی نہیں جو میرے سوانح حیات پر نکتہ چینی کر سکے۔ ہر میدان میں تم نے مجھے آزمایا اور ہر حالت میں تم نے مجھے پرکھا مگر ہمیشہ میرے قدم کو جادۂ اعتدال پر دیکھا اور ہر کھوٹ سے مجھے مبرا پایا۔ پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کل شام تک تو میں راستباز تھا، جھوٹ اور فریب سے مبرا تھا۔ مگر آج ایک دن میں میرے اندر اتنا بڑا تغیر آگیا کہ میں بد سے بدتر اور گندے سے گندہ ہوگیا۔ یا تو میں نے کبھی کسی انسان پر جھوٹ نہ باندھا تھا۔ یا اب دن رات اللہ تعالے پر جھوٹ باندھنے لگ گیا۔ ایسی تبدیلی کی کیا قانونِ قدرت اور علم النفس میں کوئی مثال ملتی ہے۔ ایک دو دن کی بات ہوتی تو تم کہہ سکتے تھے کہ تکلف سے ایسا بن گیا۔ سال دو سال کا معاملہ ہوتا تو تمہیں خیال آسکتا تھا کہ اس نے دھوکے کے کھاوے کے لئے یہ سوانگ بھر لیا ہے۔ مگر اتنی طویل عمر میں تمہارے اندر گذار چکا ہوں۔ بچپن کو تم نے دیکھا۔ میری جوانی کا تم نے مشاہدہ کر لیا۔

کھولنے کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے گذرا۔ اس قدر بناوٹ۔ اس قدر تکلف، کس طرح ممکن تھا۔ غرض مامور کو سب سے پہلے مقام محفوظیت و معصومیت عطا کیا جاتا ہے۔

مقام علمیت :۔ مقام محفوظیت کے بعد مقام علمیت ہے جس سے مامور کو نوازا جاتا ہے۔ ماموریت کے لئے بسطۃ فی العلم ہونا بھی ضروری ہے۔ دراصل ماموریت کا مفہوم تمام حقائق و معارف اور لوازم علم و معرفت میں آگے بڑھنے کو چاہتا ہے۔ اسی لئے وہ اپنے تمام قوئی کو اس خدمت میں لگا دیتا ہے۔ اور رب زدنی علما کی دعا میں ہر دم مشغول رہتا ہے۔ بلکہ اس لئے پہلے سے اسی کے مدارک اور حواس ان امور کے لئے جو ہر قابل ہوتے ہیں۔ اس کے زمانے میں کوئی دوسرا نہیں ہوتا جو علوم دینیہ اور قرآنی معارف کے جاننے اور کمالات افاضہ اور اتمام حجت میں اس کے برابر ہو۔ اس کی صائب رائے دوسروں کے علوم کی تصحیح کرتی ہے۔ اگر دینی حقائق کے بیان میں کسی کی رائے اس کی رائے کے مخالف ہو تو حق اس کی طرف ہوتا ہے۔ کیونکہ علوم فقہ کے جاننے میں نور فراست اسکی مدد کرتا ہے۔ اور وہ نوران چمکتی ہوئی شعاعوں کے ساتھ دوسروں کو نہیں دیا جاتا۔ وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء بلکہ وہ اپنے علوم سے اپنے صحبت یافتوں کو بھی علمی رنگ میں رنگین کرتا رہتا ہے۔ اور یقین و معرفت میں بڑھاتا رہتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے <u>ضرورۃ الامام</u> میں تو یہاں تک لکھا ہے۔ کہ "امام الزماں کو مخالفوں اور عام سائلوں کے مقابل پر اسقدر الہام کی ضرورت نہیں جسقدر علمی قوت کی ضرورت ہے۔ کیونکہ شریعت پر ہر ایک قسم کے اعتراض کرنے والے ہوتے ہیں۔ طبابت کے رو سے بھی، ہیئت کے رُو سے بھی طبعی کے رُو سے بھی اور عقلی بنار پر بھی۔ اور نقلی بنا پر بھی۔ جغرافیہ کے رُو سے بھی اور کتب مسلمہ اسلام کے رُو سے بھی۔"

مقام عزیمت:۔ مامور کو تیسرا مقام۔ مقام عزیمت بخشا جاتا ہے۔ وہ کسی حالت میں بھی نہ تھکتا ہے نہ درماندہ ہوتا ہے۔ ناامیدی اس کے پاس بھی نہیں پھٹکتی نہ اس کے عزم اور ارادہ میں کوئی سستی آتی ہے۔ وہ بڑے بڑے ابتلاؤں میں پڑتے ہیں۔ ان کی وحی والہام میں فترت بھی واقع ہو جاتی ہے۔ بسااوقات عوام پر ان کا صدق نہیں کھلتا اور ان کے مقصود کے حصول میں بہت سا توقف آجاتا ہے۔ اور انہیں سب وشتم سے یاد کیا جاتا ہے۔ لیکن وہ ان آزمائشوں سے بے دل نہیں ہوتے۔

مقام انابت:۔ مامور کا چوتھا مقام، مقام انابت ہے۔ مامور مصائب اور ابتلا کے وقت۔ اور اسوقت جبکہ سخت دشمن سے مقابلہ آ پڑے اور کسی نشان کا مطالبہ ہو یا کسی فتح کی ضرورت ہو یا کسی کی ہمدردی واجبات سے ہو۔ اللہ کی طرف جھکتے ہیں اور پھر ایسے جھکتے ہیں کہ انکی صدق و صفا اور عزم واخلاص سے بھری ہوئی دعائیں ملاء اعلیٰ میں شور برپا کر دیتی ہیں۔ اور انکی محویت کے تضرعات سے آسمانوں میں ایک دردناک غلغلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اور ان کے اس انابت علی اللہ کی حرارت افراد اور قوموں کی تقدیر بدل دیتی ہے۔

مقام ولائیت:۔ مامور کا پانچواں مقام مقام ولایت ہے۔ یہاں پہنچ کر وہ زمرہ اولیا و ابدال واقطاب میں داخل ہو جاتا ہے۔ مامور کا چھٹا مقام مقام امامت ہے۔ اور اس مقام پر فائز ہونے کیوجہ سے اس کا نام امام یا امام الزماں رکھا جاتا ہے۔ نیک باتوں، نیک اعمال اور تمام الہٰی معارف اور محبت الہٰی میں آگے بڑھنے کا شوق اور لوگوں کی راہبری۔ راہ نمائی کی اھلیت، یہ قوت بھی اسکے جوہر فطرت میں ہوتی ہے۔ یہ کوئی عارضی منصب نہیں جو پیچھے سے لگ جاتا ہے۔ بلکہ جس طرح دیکھنے کی قوت اور سننے کی قوت اور سمجھنے کی قوت ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ آگے بڑھنا اور الہٰی امور میں سب سے اول درجہ پر رہنے کی قوت ہے۔ اور انہیں معنوں کی طرف امامت کا لفظ اشارہ کرتا ہے۔ یہ ایک طبعی قوت ہے۔ جو امام میں ہوتی ہے۔ اور اگر یہ اتفاق بھی پیش نہ آوے کہ لوگ اس کے علوم و معارف اور راہ بری کی پیروی کریں۔ اور اس کے نور کے پیچھے

چلیں تب بھی وہ بلحاظ اپنی فطرت و قوت کے امام ہے ۔

مقام ماموریت :۔ مامور کا ساتواں اور اصل مقام اس کا مقام ماموریت ہے ۔ اس پر اللہ تعالیٰ اسے مصلحت عامہ کے لئے خاص کر کے ظاہر کر دیتا ہے ۔ اور لوگوں کی ہدایت و راہبری کا فریضہ اس کے سپرد کیا جاتا ہے ۔ اور لوگوں کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اس کے نور سے نور اور اس کے علم سے علم حاصل کریں ۔ اور اپنے دامن کو اسکے دامن سے وابستہ کریں ۔ بدقسمت ہوتا ہے وہ شخص جو اسے شناخت نہیں کر سکتا ۔ اور اس سے دور رہتا ہے ۔ اس مقام پر وہ اس رنگ میں مورد وحی و الہام ہوتا ہے کہ بارش کیطرح اس پر الہام و وحی کا نزول ہونے لگتا ہے ۔ اور نفس ناطقہ ہر کیہ تمام کمزوریوں سے پاک ہو جاتا ہے ۔ اور اس کا نور خرق العادت طور پر نمایاں ہو جاتا ہے ۔ اس پر صفات الٰہیہ کا انعکاس پورے طور پر ہوتا ہے ۔

امام الزماں اکثر بذریعہ الہامات اللہ تعالیٰ سے علوم حقائق اور معارف و دقائق حاصل کرتا ہے اسکے الہامات کو دوسروں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ کیفیت اور کمیت میں اس اعلیٰ درجہ پر ہوتے ہیں جس سے بڑھ کر انسان کے لئے ممکن نہیں ۔ انکے ذریعہ علوم کھلتے ہیں خدائی معارف و انکشاف ہوتے ہیں ۔ دینی عقدے اور معضلات حل ہوتے ہیں ۔ اور اعلیٰ درجہ کی پیشگوئیاں جو روزمرہ کے عام واقعات کے علاوہ قوموں اور مملکتوں کی تقدیر سے تعلق رکھتی ہیں ظاہر کی جاتی ہیں ۔ جو نصرت دین اور تقویت ایمان کے لئے نہایت مفید اور مبارک ہوتی ہیں ۔ مامور کے الہامات ایسے نہیں ہوتے جیسے ایک کلوخ انداز در پردہ ایک کنکر پھینک جائے ۔ اور فرار ہو جائے ۔ اور کچھ معلوم نہ ہو کہ وہ کون تھا اور کہاں گیا ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ انکے بہت قریب ہو جاتا ہے ۔ وہ الہامات ایسے وقت میں نازل ہوتے ہیں جب ان کا دل آتش درد سے گداز ہو کر مصفا پانی کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف بہتا ہے ۔ وہ اپنے ساتھ لذت و سرور رکھتے ہیں ۔ اور فولادی میخ کی طرح دل کے اندر دھنس جاتے ہیں ۔ اور انکی عبارت فصیح و بلیغ اور غلطیوں سے پاک ہوتی ہے ۔ ان میں شوکت و بلندی ہوتی ہے ۔ اور دل پر ان سے ایک مضبوط ضرب لگتی ہے ۔ اور قوت اور غضبناک آواز کے ساتھ دل پر نازل ہوتے ہیں ۔ وہ ایک آواز پر ختم نہیں ہو جاتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی آواز ایک سلسلہ رکھتی ہے اور مکالمت کا رنگ رکھتی ہے ۔

یہ وہ مقامات ہیں جو امام الزمان اور مامور وقت کو حاصل ہوتے ہیں اور جن پر اللہ تعالے اپنی جناب سے اسے قائم فرماتا ہے۔ یہ اللہ کا فضل، اسکا احسان اور ذرہ نوازی ہے کہ اس نے ہمارے اس زمانے کو بھی ایک امام اور مامور کی بعثت سے نوازا ہے۔ اور اپنے اس وعدے کو پورا فرمایا ہے جو قرآن مجید میں ان الفاظ میں بیان ہوا ہے۔ وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصلحٰت لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضٰی لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذلک فاولٰئک ہم الفٰسقون (النور ۲۴ - ۵۵) اور جیسے نبیوں کے سردار پاک محمدؐ کی زبان وحی ترجمان نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا (ابوداؤد) کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے آغاز میں اپنی جناب سے اور اپنے الہام و اعلام سے ایک ایسے شخص کو اس امت کے لئے ضرور مبعوث فرمایا کرے گا جو اسکے دین اسلام میں لوگوں نے جو خرابیاں پیدا کر دی ہوں گی انہیں دور کر دے گا۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ مامور وقت اور امام الزمان کون ہے۔ اسکا جواب اپنی طرف سے دینے کے بجائے میں مامور وقت ہی کے الفاظ میں آپکے سامنے پیش کرتا ہوں کیونکہ یہ ہستی ایسی نہیں جس کا تقرر کوئی انسان کرے یا جس کی نامزدگی کسی کمیٹی، انجمن، تنظیم یا ادارے کی طرف سے کی جاتی ہو، یا ووٹوں کی اکثریت سے اسے منتخب کیا جاتا ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف اسے کھڑا کیا جاتا ہے۔ اور روح القدس سے برکت پاکر وہ مبعوث ہوتا ہے۔ اس کا نام نامی و اسم گرامی مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں "اب بالآخر یہ سوال باقی رہا کہ اس زمانے میں امام الزماں کون ہے جسکی پیروی تمام عام مسلمانوں اور زاہدوں اور خواب بینوں اور ملہموں کو کرنی خدا تعالیٰ کی طرف سے فرض قرار دیا گیا ہے۔ سو میں اسوقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ خدا تعالے کے فضل اور عنایت سے وہ امام الزمان میں ہوں اور مجھ میں خدا تعالیٰ نے وہ تمام علامتیں اور تمام شرطیں جمع کی ہیں۔ اور اس صدی کے سر پر مجھے مبعوث فرمایا ہے۔ جس میں سے پندرہ برس گذر بھی گئے۔ اور ایسے وقت میں میں ظاہر ہوا ہوں جبکہ اسلامی عقیدے اختلافات سے بھر گئے تھے۔ اور کوئی عقیدہ اختلاف سے خالی نہ تھا۔۔۔ یہ تمام مختلف رائیں اور مختلف قول ایک فیصلہ کرنیوالے حکم کو چاہتے تھے سو وہ حکم میں ہوں۔ میں روحانی طور پر کسر صلیب اور نیز اختلافات دور کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ مبارک وہ جس کی آنکھیں اب بند نہ رہیں۔

آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں   ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند

(ضرورۃ الامام صفحہ ۲۴ - ۲۶)

اسی طرح حضور اقدس اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں ان لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ سے اکمل اور اصفٰی طور پر وحی پاتے ہیں۔ اور کامل طور پر شرف مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ انہیں حاصل ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے اکمل اور اتم طور پر محبت کا تعلق رکھتے ہیں۔ اور محبت الٰہی کی آگ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اور جن کا نفسانی قلب شعلۂ نور سے لے کر بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ اور مظہر تجلیات اللہ ہوتے ہیں۔ اور اپنی ہر شان میں کیا باعتبار کمیت اور کیا باعتبار کیفیت غیروں پر غالب ہوتے ہیں جو دنیا کے آگے پوشیدہ خدا کو دکھلاتے اور خدا انہیں دکھلاتا ہے۔ ان کی علمی اور عملی دونوں حالتیں درست ہوتی ہیں۔ اس درجہ کے پہلے نہ علمی حالت کمال کو پہنچتی ہے۔ اور نہ عملی حالت مکمل ہوتی ہے۔ اور بصیرت صحیحہ انہیں حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ دور سے نہیں دیکھتے۔ بلکہ نور کے حلقہ کے اندر داخل کئے جاتے ہیں۔ اور ان کے دل کو اللہ تعالیٰ سے ایک ذاتی تعلق ہوتا ہے۔ اور ہر ایک جو ان کا مقابلہ کرتا ہے ہلاک ہوتا ہے۔ اور ہر ایک جو ان سے عداوت کرتا ہے آخر خاک میں ملایا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی ہر بات میں اور حرکات میں اور ان کے لباس میں اور مکان میں برکت رکھ دیتا ہے۔ اور ان کے دوستوں کا دوست اور ان کے دشمنوں کا دشمن بن جاتا ہے۔ ہر ایک جو ان پر گرتا ہے وہ پاش پاش ہو جاتا ہے۔ اور جن پر وہ گرتے ہیں اسے ریزہ ریزہ کر دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کا ہاتھ خدا کا ہاتھ۔ اور ان کا منہ خدا کا منہ ہوتا ہے۔ عزیز خدا کا نام ہے۔ وہ اپنی عزت کسی کو نہیں دیتا مگر انہیں کو جو اس کی محبت میں کھوئے گئے ہیں۔ ظاہر خدا کا نام ہے۔ وہ اپنا ظہور کسی کو نہیں بخشتا مگر انہیں کو جو اس کے لئے بمنزلہ اس کی توحید اور تفرید کے ہیں۔ وہ انہیں اپنے نور سے نور اور اپنے علم سے علم دیتا ہے۔ وہ ہزار اپنے تئیں پوشیدہ کریں مگر اللہ تعالیٰ انہیں ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ وہ ہر ایک راہ میں ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور ہر ایک میدان میں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ انہیں مدد دیتا ہے۔ ان کا دل خدا کا عرش ہوتا ہے۔ ان کے معارف و حقائق بھی کیفیت و کمیت میں تمام بنی نوع سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ روح القدس سے مدد پاتے ہیں۔ جس طرح انہیں ایک زندہ دل دیا جاتا ہے۔ اسی طرح انہیں ایک زندہ زبان عطا کی جاتی ہے

اور اُن کے معارف حال کے چشمہ میں سے نکلتے ہیں۔ نہ محض قال کے گندے کیچڑ سے۔ انسانی فطرت کی تمام مدہ شاخیں ان میں پائی جاتی ہیں۔ یہ لوگ اللہ کی محبت میں مر کر ایک نیا تولد پاتے ہیں اور فنا ہو کر ایک نئے وجود کے وارث بنتے ہیں۔ ان کے بارے میں سرسری رائیں نکالنے والے ہلاک ہو جاتے ہیں۔

اس کے بعد آپ اپنی اسی کتاب حقیقۃ الوحی کے باب چہارم میں تفصیل بتاتے ہیں۔ کہ ان تمام اوقات اور مقامات کا حامل اللہ تعالیٰ نے مجھے بنایا ہے۔ اور میں نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے۔ جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی۔ ۔ ۔ ۔ اور میں بموجب آیت کریمہ واما بنعمت ربک فحدث اپنی نسبت بیان کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اس تیسرے درجے میں داخل کر کے وہ نعمت بخشی ہے جو میری کوشش سے نہیں بلکہ شکم مادر ہی میں مجھے عطا کی گئی ہے۔" (حقیقۃ الوحی)

آپ کو نفس ناطقہ عطا کیا گیا۔ اور مقام محفوظیت سے نوازا گیا۔ آپ کا نفس قدسی آپ پر گواہ ہے۔ اور آپ کی پاک زندگی آپ کی صداقت پر شاہد ہے۔ آپ کو قلب سلیم عطا کیا گیا۔ ابھی میں نے آپ کے سامنے حقیقۃ الوحی کا حوالہ پیش کیا ہے۔ اسی میں آپ فرماتے ہیں۔

"خدا تعالیٰ اس بات کو جانتا ہے۔ اور وہ ہر ایک پر بہتر گواہ ہے۔ کہ وہ چیز جو اس کی راہ میں مجھے سب سے پہلے دی گئی وہ قلب سلیم ہے۔ یعنی ایسا دل کہ حقیقی تعلق اس کا بغیر خدائے عزوجل کے کسی چیز کے ساتھ نہ تھا۔ میں کبھی زمانہ میں جوان تھا اور اب بوڑھا ہوں۔ مگر میں نے کسی حصہ عمر میں بجز خدائے عزوجل کسی کے ساتھ اپنا حقیقی تعلق نہ پایا۔ گویا رومی مولوی صاحب نے میرے لئے یہ دو شعر بنائے تھے۔

ـــــ

من زہر جمعیتے نالاں شدم | جفت خوش حالان و بدحالاں شدم
ہر کسے از ظن خود شد یار من | واز درون من نجست اسرار من

میری فطرت کو اس نے ایسا بنایا ہے کہ میں دنیا کی فانی چیزوں سے ہمیشہ دل برداشتہ رہا ہوں۔ اور اس زمانہ میں بھی جبکہ میں اس دنیا میں ایک نیا مسافر تھا اور میرے بالغ ہونے کے ایام ابھی تھوڑے سے تھے میں اس تپش محبت سے خالی نہ تھا جو خدا کے عزّ وجل سے ہونی چاہیئے۔"

حضرت اقدسؑ کے والد فرمایا کرتے تھے کہ میرا یہ بیٹا نیک اور صالح ہے۔ یہ زمینی نہیں آسمانی ہے۔ یہ آدمی نہیں فرشتہ ہے۔

(سیرۃ المہدی)

ایک معمر ہندو جاٹ کی شہادت ہے جس نے آپ کو گود میں کھلایا۔ تھا۔ کہ جب سے آپ نے ہوش سنبھالا ہے۔ بڑا ہی نیک رہا ہے۔ کبھی فساد نہیں کیا گالی کبھی آپ نے نہیں دی۔ نہ کسی کو مارا۔ نہ آپ مار کھائی۔ نہ کسی کو بُرا کہا اور نہ آپ کو کہلایا۔ ایک عجیب طرح کی زندگی تھی۔

(تذکرۃ المہدی)

مولوی محمد حسین بٹالوی جو بعد میں آپ کا شدید دشمن ہو گیا تھا۔ اس کی شہادت سے آپ سب بخوبی آگاہ ہیں۔ اسے پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح ڈاکٹر سر محمد اقبال کے استاد میر حسن صاحب، مولوی ظفر علی خان صاحب کے والد مولوی سراج الدین صاحب اور بہت سے دوسرے لوگوں کی شہادتیں موجود ہیں۔

سیالکوٹ میں ایک صاحب حکیم مظفر حسین صاحب تھے۔ جو حضرت اقدسؑ کے دعوے ماموریت پر دشمنان احمدیت کی صف اول میں چلے گئے۔ وہ حضرت

اقدس کی زمانہ سیالکوٹ کی پاکیزہ یاد مخالفت کے باوجود نہ بھلا سکے۔

(الحکم ۲۰ / اپریل ۱۹۳۴ء)

ابتدائے عہد میں حضرت اقدس نے چار برس تک سیالکوٹ میں ملازمت کی تھی۔ ضلع کا سب سے بڑا افسر ڈپٹی کمشنر آپ کو غایت درجہ عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ ۱۸۶۸ء میں جب آپ استعفٰے دے کر قادیان واپس آنے لگے تو اس نے آپ کی شایعت کے اعزاز میں کچہری میں تعطیل عام کر دی کہ ایسا پاک باز شخص ان کے عملے سے جا رہا ہے۔

حضرت اقدس نے خود بڑے زور سے آیت قرآنی فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ افلا تعقلون کو پیش کیا ہے۔ اور اپنے مقام محفوظیت کا ذکر کیا ہے۔

چنانچہ آپ تذکرۃ الشہادتین میں فرماتے ہیں: "اب دیکھو خدا تعالیٰ نے اپنی حجت کو تم پر اس طور پر پورا کر دیا ہے۔ کہ میرے دعوے پر ہزارہا دلائل قائم کر کے تمہیں موقعہ دیا ہے کہ تا تم غور کرو کہ وہ شخص جو تمہیں اس سلسلہ کی طرف بلاتا ہے خود کس درجہ کی معرفت کا آدمی ہے۔ اور کس قدر دلائل پیش کرتا ہے۔ تم کوئی عیب، افتراء یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی زندگی پر نہیں لگا سکتے۔ تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افتراء کا عادی ہے یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہوگا۔ کون تم میں ہے جو میرے سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے۔ پس یہ خدا کا فضل ہے۔ جو اس نے ابتداء سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا۔ (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۲)

نور الحق میں آپ لکھتے ہیں اوحذنی ربی الیہ واحسن مثوای واسبغ علی

من نعماء الدین وقادنی من ترنسات الدنیا الی حظیرۃ قدسہ واعطانی ما اعطاف وجعلنی من المحدثین ("نور الحق" ۱:- ۲۸)

آپ کی پاکیزہ اور مثل صبح بے داغ جوانی اور مقدس شباب کے آپ کے ملنے والے تمام لوگ ثناخواں اور گواہ تھے۔

مقامِ محفوظیت کے بعد ماموریت کو نظامِ علمیت سے نوازا جاتا ہے۔ یہ ایک بڑا مفصل مضمون ہے۔ جس میں آپ کو معلوم ہوگا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو علوم و معارف سے نوازا ہے۔ اور کیونکہ آپ نے اپنے علمِ خداداد سے دہریت کے حملوں مسیحیوں کے حملوں، آریوں کے حملوں، مغربی علوم کے حملوں۔ یہاں تک کہ برہمو سماج اور دیوسماج کے حملوں اور منکرین مذہب اور وحی و الہام اور دُعا کے نہ ماننے والوں کے حملوں کا کامیابی سے مقابلہ کیا ہے۔ اور ایک جدید علم کلام کی بنیاد رکھی ہے اس کے لئے مجددِ اعظم کی جلد سوم کا مطالعہ مفید ہوگا۔

معلوم ہے کہ حضرت اقدس کی ابتدائی تعلیم میں عربی زبان کا کوئی بہت بڑا حصہ شامل نہ تھا۔ بلکہ آپ کے معاندین اور خصوصاً محمد حسین بٹالوی نے بار بار اور بڑے شد ومد سے آپ پر یہ الزام لگایا کہ مرزا کو تو عربی زبان کا ایک صیغہ بھی نہیں آتا۔ ان کا یہ اعتراض ایک حد تک درست بھی تھا۔ اور حضرتِ اقدسؑ بھی اس اعتراض کی اہمیت کو سمجھتے تھے۔ اور خود میری تحقیق بھی یہ ہے کہ تیرہ سو برس میں جن لوگوں نے بنیادی طور پر اسلام کی علمی خدمت کی ہے۔ خصوصاً مجددین کرام وہ سب کے سب اعلیٰ درجے کی عربی زبان جانتے تھے

حضورؑ کے پاس تو سب سے بڑا ہتھیار دعا ہی کا تھا۔ آپ نے رب العزت کے حضور دُعا کیلئے ہاتھ اٹھائے۔ تب آپ خود فرماتے ہیں مجھے ایک رات میں عربی زبان کا

چالیس ہزار مادہ سکھا دیا گیا۔ یہ علم کا انتہا ہے۔ اس کے بعد آپ نے یکے بعد دیگرے اعلیٰ درجے کی فصاحت و بلاغت کی اسی کتابیں عربی زبان میں تحریر فرمائیں۔ اور تمام دنیا کو انعامی چیلنج دے دیا کہ کوئی شخص ان کا مقابلہ کر کے دکھائے۔ اور دعویٰ کیا کہ اللہ نے آپ کو قرآن مجید کی متابعت اور محمد رسول اللہ کی غلامی کے طفیل عربی زبان کی فصاحت و بلاغت کا یہ معجزہ عطا کیا ہے۔ اور درحقیقت وہ کتابیں بڑی ہی لطیف عربی زبان میں لکھی گئی ہیں۔ اور اگر مصنف کا نام بتائے بغیر وہ کسی کو پڑھائی یا سنائی جائیں تو میں نے بڑے بڑے ادیبوں کو ان کی زبان پر جھومتے دیکھا ہے۔

ہم سے بہت کوتاہی ہوئی اور ہم نے عرب ممالک میں ان کی اشاعت نہ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں مخالفین نے ہمارے خلاف جو پروپیگنڈہ کیا تو وہ لوگ بے خبری میں اس کا شکار ہو گئے۔ اگر یہ کتابیں وہاں پھیلائی جاتیں تو ان ممالک کا رویہ آج احمدیت کے بارے میں بالکل مختلف ہوتا۔

میں نے ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے سٹیج پر جماعت کو اس طرف توجہ دلائی تھی اور حضرت اقدسؑ کی عربی کتب کی اشاعت کی تحریک کی تھی۔ تو محترم شیخ مولا بخش صاحب لائلپوری نے اسی وقت اس کام کے لئے دس ہزار روپے کا عطیہ انجمن کو دے دیا تھا۔ لیکن پھر اس طرف کما حقہ توجہ نہ دی گئی۔ اب بھی میں علیٰ وجہ بصیرت یہ کہتا ہوں کہ اگر آپ لوگ احمدیت کے بارے میں اپنی ذمے داریوں سے عہدہ برآ ہونا چاہتے ہیں تو اس طرف توجہ کیجئے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی عربی کتب طبع کروائیں۔ اس کے لئے اخراجات مہیا کریں۔ اور کچھ لوگ اپنے آپ کو والنٹیر کریں کہ وہ ان ممالک میں ان کی اشاعت اور انہیں پھیلانے میں ہاتھ بٹائیں گے۔ اگر ہم اس کام میں کامیاب ہو جائیں تو

آپ دیکھیں گے کہ خود آپ کی زندگیوں میں اس کے بڑے ہی خوش آئند نتائج نکل آئیں گے۔

پھر یہ حضرت مسیح موعودؑ کی علمیت ہی تھی کہ آپ نے بار بار علماء کو للکارا کہ میرے ساتھ قرآن مجید کی تفسیر نویسی میں مقابلہ کر لو۔ اور ہزاروں روپیہ ایسے مقابلوں کے لئے بطورِ انعام مقرر کئے۔ لیکن آپ کی علمی ہیبت اتنی تھی کہ کوئی شخص مقابلے میں آنے کی جرأت نہ کر سکا۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ مجھے قرآن کے حقائق اور معارف کے سمجھنے میں ہر ایک روح پہ غلبہ دیا گیا ہے۔ (سراج منیر صلا)

پھر آپ فرماتے ہیں:۔

"ابطالِ ملل باطلہ کے لئے اگر تمام روئے زمین کے مسلمان ترازو کے ایک پلہ میں رکھے جائیں اور میں اکیلا ایک طرف تو میرا پلہ ہی وزن دار ہوگا۔"

(ملفوظات، ۱۵ جولائی ۱۹۰۱ء)

مامور کو تیسرا مقام مقامِ عزیمت بخشا جاتا ہے۔ وہ کسی حالت میں بھی نہ تھکتا ہے نہ درماندہ ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی کوئی اسّی سالہ عمر ہمارے سامنے ہے۔ بچپن اور جوانی کے حالات ہمارے سامنے ہیں۔ کس طرح ان کے والد آپ کی صحت کے بارے میں متشوش رہتے تھے۔ کہ یہ نوجوان مطالعہ میں اس قدر محنت کرتا ہے کہ اس کے بیمار پڑ جانے کا اندیشہ ہے۔

دعویٰ ماموریت کے بعد تو آپ نے دن رات خدمتِ دین میں وقف کر رکھا تھا۔ دشمنوں کی دشمنی، اوباشوں کی گالی گلوچ، ابتلاؤں مشکلات کا کوئی حملہ بھی آپ کی عزیمت میں

فرق نہ ڈال سکا۔ اور آپ پوری دلجمعی کے ساتھ اپنے مفوضہ کاموں کی سرانجام دہی میں مصروف رہے۔ اور پہلے دن جو قلم ہاتھ میں پکڑا تو ۱۹۰۸ء میں احمدیہ بلڈنگس میں اپنی وفات تک وہ حرکت میں رہا۔

اس طرح آپ کے مقام انابت میں بھی کوئی کمی نہ آئی۔ جب بھی آپ پر مشکلات ٹوٹیں ۔ دشمنوں سے مقابلہ پیش آیا۔ ان کی طرف سے کبھی نشان کا مطالبہ ہوا۔ اور کوئی دینی ضرورت پیدا ہوئی۔ آپ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف جھکے اور ایاک نعبد وایاک نستعین کے مطابق اس سے مدد طلب کی۔ آپ کی انابت توکل الی اللہ اور دعا کے اس قدر واقعات ہیں کہ انسان حیران ہو جاتا ہے۔ ایک جگہ آپ نے لکھا ہے۔ کہ میری تیس ہزار سے اوپر دعائیں قبول ہوئی ہیں۔ آپ کی محویت کے تضرعات نے آسمانوں پر غلغلہ پیدا کر دیا ہے۔ پنڈت لیکھرام کا مشہور عالم واقعہ بھی آپ کی دعاؤں اور تضرعات ہی کا نتیجہ تھا۔ سر سید احمد خان صاحب کے مقابلے میں قبولیت دعا کے نشان کے طور پر آپ نے اسے ہی پیش کیا ہے۔

مامور کا پانچواں مقام مقامِ ولایت ہے۔ جہاں پہنچ کر وہ زمرۂ اولیا و ابدال وانخطاب میں داخل ہو جاتا ہے۔ آپ کا الہام ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا ہے: الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۔" پھر آپ کو خاتم الخلفاء قرار دیا گیا ہے۔ (چشمہ معرفت صہ ۸۲) اور نائب النبوت کے لقب سے سرفراز کیا گیا ہے۔ (چشمہ معرفت صہ ۸۲)

اور پھر آپ فرماتے ہیں :۔ " میں وہی باتیں کہتا ہوں جن کا مجھے ذاتی علم ہے۔ میں نے قرآن شریف میں ایک زبردست طاقت پائی ہے۔ میں نے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیروی میں ایک عجیب خاصیت دیکھی ہے۔ کسی مذہب میں وہ خاصیت اور طاقت نہیں۔ اور وہ یہ کہ سچا پیرو اس کا مقام ولایت تک پہنچ جاتا ہے۔ میں اس امر میں خود صاحب تجربہ ہوں۔

(مضمون جلسہ لاہور صنہ ۲)

اس لئے آپ نے اپنے معرکۃ الآراء قصیدے میں لکھا ہے:-

زآں نمرۂ ابدال بالذت ترسید

علی الخصوص اگر آں مرزا باشد

اور آپ اپنی تمام ترعظمتوں کے باوجود زمرۂ اولیاء ہی کے ایک فرد ہیں۔

مامور کا چھٹا مقام مقام امامت ہوتا ہے۔ یہ مقام امامت کیا ہے؟ اور امام زماں کے کیا شرائط و خصائص ہیں۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنی مشہور کتاب "ضرورۃ الامام" میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے جس کے بعد لکھا ہے۔ اور جس کا حوالہ میں پیچھے دے چکا ہوں کہ وہ امام زماں میں ہوں۔ ایک ایک کرکے وہ تمام شرائط و خصائص مجھ میں پائے جاتے ہیں۔ اس بحث سے پورا فائدہ اور لذت حاصل کرنے کے لئے کتاب "ضرورۃ الامام" کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

مامور کا ساتواں اور اصل مقام مقام ماموریت ہوتا ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو کھڑا کیا ہے۔ آپ کا اصل اور اعلیٰ مقام یہی ہے۔

اوائل کا واقعہ ہے۔ کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ایک دن

قادیان کی مسجد اقصیٰ میں تھے۔ کہ آپ کو کشفاً دکھایا گیا۔ کہ ایک باغ لگا جا رہا ہے۔ اور آپ کو اس کا مالی لگایا گیا ہے۔

(حیاۃ النبی ۱/۲ : ۱۹۲)

یہ دراصل ماموریت کی پہلی بشارت تھی۔ جس میں بتایا گیا تھا کہ آپ کو گلشنِ اسلام کی باغبانی کا فریضہ سپرد ہونے والا ہے۔ اس کے بعد جب آپ براہین احمدیہ حصہ سوم کا حاشیہ درحاشیہ ۱ تحریر فرما رہے تھے کہ آپ پر یکایک ربودگی کا عالم طاری ہوا اور آپ کی حالت کشف میں حضرت نبیوں کے سردار پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو شرف معانقہ بخشا۔ اس وقت رسول مقبول" کا چہرہ مبارک چودھویں کے چاند کی مانند چمک رہا تھا اور حضورِ انور کے مقدس چہرے سے نور کی کرنیں نکل کر آپ کے اندر نفوذ کر رہی تھیں۔ اور آپ یہ نور ظاہری روشنی کی طرح مشاہدہ کر رہے تھے۔

زیارتِ مصطفوی کی اس عظیم تجلی کے بعد جو ۱۸۸۲ء کے آغاز میں ہوئی آپ پر وحی والہام کے دروازے کھل گئے۔ اور بارش کی طرح وحی کا نزول شروع ہو گیا:

رویاء کشف، وحی اور الہام کا آغاز نوجوانی ہی کے ایام میں ہو چکا تھا۔ اور جب آپ سیالکوٹ میں بسلسلہ ملازمت قیام پذیر تھے یہ سلسلہ آپ کے ساتھ جاری تھا۔ چنانچہ انہیں ایام میں آپ کے لالہ بھیم سین کی کامیابی کا نظارہ

دکھلا دیا گیا۔ اس طرح آپ کو راجہ تیجا سنگھ کی وفات کی قبل از وقت خبر دے دی گئی تھی۔ اس کے بعد آپ نے روزوں کا ایک طویل مجاہدہ کیا۔ اس کا اتفاق اس طرح ہوا کہ ایک رویاء میں آپ کو تبایا گیا کہ کسی قدر روزے انوار سماوی کی پیشوائی کے لئے رکھنا سنّتِ خاندانِ نبوت ہے۔

چنانچہ آپ نے روزے رکھے اور پھر لطیف مکاشفات کا دروازہ کھل گیا۔ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے" یہ بھی ابتدائی عہد کا الہام ہے۔ اسی طرح " الیس اللہ بکاف عبدہٗ " کا مشہور الہام بھی ۶۷ - ۱۸۶۸ء کا ہے۔ آپ کے محفوظ رویاء کشوف والہامات اور وحی کا مجموعہ کوئی سات سو صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ قادیان سے "تذکرہ کے نام سے اس کے دو ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ ذاتی طور پر میں اس طریق کو بہت ہی مہلک سمجھتا ہوں۔ حضرت اقدسؑ کے الہامات وکشوف پر جتنے اعتراضات کئے گئے ہیں۔ وہ سب کے سب بلا استثناء ایسے ہیں جنہیں ان کے سیاق و سباق سے علیحدہ کر کے پڑھنے سے پیدا ہوئے ہیں۔ اس ایک علیحدہ مستقل کتاب میں ان الہامات کشوف اور رویاء کو اصل سیاق و سباق سے علیحدہ کر کے شائع کر دیا گیا ہے۔ جس سے اعتراضات کا دائرہ بہت بڑھ گیا ہے۔ اور اب مخالف " عموماً " حضرت اقدسؑ کی اصل کتابوں کا حوالہ دینے کے بجائے اس تذکرہ کا حوالہ دیتے ہیں جس سے ان کا اعتراض مضبوط ہونے میں مدد ملتی ہے
حضرت اقدسؑ کے الہامات پر اعتراضات کے جو جواب حضرت نے دیئے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ زور اس پر دیا گیا ہے۔ کہ یہ اعتراض اصل

وحی والہام کو اس کے سیاق و سباق سے کاٹ کر پیش کرنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ اگر سیاق و سباق میں رکھ کر ان الہامات کو پڑھا جائے تو ان پر کسی قسم کا کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ اب علیحدہ "تذکرہ" چھاپ کر ہم نے خود معترض کے طریق عمل میں گویا دست تعاون بڑھایا ہے۔

دوسری خرابی اس طریق کو اختیار کرنے سے یہ پیدا ہوتی ہے کہ وحی و الہام کے سیاق و سباق سے ہٹا کر الفاظ لکھ دینے سے بااوقات الہام مہمل اور مضحکہ خیز شکل اختیار کر لیتا ہے۔

تیسری خرابی یہ ہے کہ الہامات اور پیشگوئیوں کے اصل مصداق سے ہٹا کر جب صرف ان الفاظ کو رٹ لیا جاتا ہے تو پڑھنے والے کے ذہن کو بھٹکنے اور بے راہ ہونے کے امکانات بہت بڑھ جاتے ہیں۔ اور لوگ پاگلوں کی طرح محض الہام کے الفاظ پیش کر کے ان کی عجیب و غریب تاویلات کرنے چلے جاتے ہیں۔ میں ذاتی طور پر متعدد ایسے اصحاب کو جانتا ہوں جو ایسی گمراہی میں بھٹک گئے ہیں۔

۱۸۸۲ء میں آپؑ پر ماموریت کا پہلا اور تاریخی الہام نازل ہوا۔ جو کم و بیش ستر فقرات پر مشتمل تھا۔ اور جس کا آغاز اس طرح تھا۔ یا احمد بارک اللہ فیک ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ۔ الرحمٰن علم القرآن لتنذر قوماً ما انذر اباؤھم ولتستبین سبیل المجرمین۔ قل انی امرت وانا اول المؤمنین

ترجمہ:۔ اے احمد! اللہ تعالیٰ نے تجھ میں برکت ودیعت کی ہے۔ جب تو نے تیغ کا حربہ چلایا تو تو نے نہیں چلایا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے چلایا ہے۔ خدائے رحمان نے

تجھے علم قرآن سکھلایا ہے۔ تاکہ تو ان لوگوں کو تنبیہ کرے جن کے اباؤ اجداد کو تنبیہ نہیں ہوئی تھی۔ تو اعلان کر دے کہ میں مامور ہوں اور اول المومنین میں سے ہوں۔"

ماموریت کا یہ الہام آپ کے مقام کے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اس سے آپ کے مقام ماموریّت کا آغاز ہوتا ہے۔ اس الہام میں جہاں آپ کی پوری زندگی کے اہم واقعات۔ لوگوں کی مخالفت اور بالآخر آپ کی کامیابی کے متعلق پیشگوئیاں موجود ہیں۔ وہاں آپ کو اول المومنین بھی قرار دیا گیا ہے۔ اور آپ کے مقام ماموریت کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے۔ کہ آپ خادم قرآن اور خادم اسلام ہیں۔

ماموریت کی اس ابتدائی وحی کا ذکر کرتے ہوئے حضورؑ لکھتے ہیں:۔

"جب تیرھویں صدی کا اخیر ہوا۔ اور چودھویں صدی کا ظہور ہونے لگا تو خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی کہ تو اس صدی کا مجدد ہے۔" (کتاب البریہ صفحہ ۱۶۹)

یہ آپ کی شان ماموریت ہی تھی جس کی بنا پر آپ چودھویں صدی کے مجدد اور مجدد الف بنے۔ یہی ماموریت جب مسیحوں کی اصلاح کا رنگ اختیار کرتی ہے۔ تو آپ کا نام مسیح موعود ہو جاتا ہے۔ اور جب ہندوؤں کی طرف توجہ ہوتی ہے تو آپ کرشن رودر گوپال کہلاتے ہیں جس کی خبر گیتا میں لکھی ہے اور جب مسلمانوں کی اندرونی اصلاح کا فریضہ آپ کے سپرد ہوتا ہے۔ اور

مسلمان را مسلمان باز کردن

کی خدمت سونپی جاتی ہے۔ تو آپ کو مہدی موعود کہا جاتا ہے۔ اور

آپ کو وعد اللہ الذین امنو منکم و عملو الصلحات" کے مطابق خلیفہ قرار دیا جاتا ہے۔ تو آپ خاتم الخلفاء کا منصب بھی رکھتے ہیں۔ اور جب یہ بتانا مقصود ہوتا ہے۔ کہ آپ کو یہ منصب ولایت و ماموریت، نبیوں کے سردار پاک محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کفش برداری اور آپ کی ظلیت میں حاصل ہوا ہے تو آپ کا نام ظلی اور بروزی اور امتی نبی رکھ دیا جاتا ہے:

جب آپ احیاء دین اور قیام شریعت کا کام سرانجام دیتے ہیں" تو آپ کو محی الدین و مقیم الشریعۃ کہا جاتا ہے۔ جب آپ مذاہب اور مسلمانوں کے باہمی اختلافات کا تصفیہ کرتے ہیں تو آپ کی حیثیت حکم و عدل کی ہوتی ہے۔ اسی لئے آپ نے فرمایا:۔

" میری حیثیت ایک معمولی مولوی کی حیثیت نہیں بلکہ سنن انبیاء کی سی ہے۔ مجھے ایک سماوی آدمی مانو پھر یہ سارے جھگڑے اور تمام نزاعیں جو مسلمانوں میں پڑی ہوئی تھیں ایک دم میں طے ہو سکتی ہیں۔ جو خدا کی طرف سے مامور ہو کر حکم بن کر آیا ہے۔ جو معنی قرآن شریف کے وہ کرے گا وہی صحیح ہونگے اور جس حدیث کو وہ صحیح قرار دے گا۔ وہی صحیح حدیث ہوگی۔ (ملفوظات ۲-۱۴)

جب آپ نبی اکرم کی اس حدیث کے مصداق کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ جس میں حضور علیہ السلام نے سلمان فارسی کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا لوکان الایمان معلقاً بالثریا لنالہ رجل" من فارس. تو آپ رجل فارسی اور ابن فارس کہلاتے ہیں۔ پھر آپ نے ہر قوم کی دو صدیوں کا زمانہ پایا ہے اس لئے آپ ذوالقرنین بھی ہیں۔ ایک راہبر کی حیثیت سے آپ کا نام خضر

بھی ہے۔

دراصل یہ رجعت بروزی کا زمانہ ہے۔ اِس لئے آپ فرماتے ہیں۔

"خدا نے میرا نام عیسیٰ ہی نہیں رکھا بلکہ ابتدار سے انتہا تک جس قدر انبیاء کے نام ہیں۔ وہ سب میرے نام رکھ دیئے گئے ہیں۔۔۔۔ آدم سے لے کر آخر تک جس قدر انبیاء علیہم السلام خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں آئے ہیں۔ خواہ وہ اسرائیلی ہوں یا غیر اسرائیلی ان سب کے خاص واقعات یا خاص صفات میں سے اس عاجز کو کچھ حصہ دیا گیا ہے۔ اور کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس کے خاص واقعات یا خاص صفات میں سے اِس عاجز کو نہیں دیا گیا۔ ہر ایک نبی کی فطرت کا نقش میری فطرت میں ہے۔۔۔۔ اس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ جس قدر نیک اور راستباز مقدس نبی گذر چکے ہیں۔ ایک ہی شخص کے وجود میں ان کے نمونے ظاہر کئے جاویں۔ سو وہ میں ہوں۔" (براہین احمدیہ ۵ : ۸۹)

اس طرح آپ فرماتے ہیں :۔

انی انا موت الزوف وحزا المزعود وانا حربة المولی الرحمن وحجة الله الدیان وانا النہار والشمس والسبیل دفی نفسی تحققت الاتاویل وفی الطلت الاباطیل وانا الواصف والموصوف وانا ساق الله المکشوف وانا قدم الرسول التی یحشر علیہا الاموات ویحشر علیہا الاموات ونجی بہا الصلوات (لجنة المنور ص ۱۳۱) کہ میں جھوٹ اور کذب کی ہلاکت کا ذریعہ ہوں۔ گھبرائے ہوئے شخص کا تعویذ ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کا ہتھیار ہوں۔ اور حجة الله ہوں۔ میں ہی دن اور میں ہی آفتاب ہوں۔ میں شاہراہ ہوں اور میری ذات

میں بہت سی پہلی پیشگوئیاں پوری ہوئی ہیں۔ میرے ذریعہ باطل کا ابطال مقدر ہے
میں ہی واصف اور میں ہی موصوف ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کی مکشوف پنڈلی ہوں
میں ہی رسول مقبول کا وہ قدم ہوں جس پر روحانی مردے زندہ کئے جائیں گے۔
اور باطل کا قلع قمع ہوگا۔ پھر آپ کا نام ذوالفقار علی۔ غازی اور سلطان القلم بھی
رکھا گیا ہے۔

(نشان آسمانی صفحہ ۱۵)

غرضیکہ تمام نام اور واقعات آپ کے انفسی اور آفاقی کمالات اور فرائض
کی نشان دہی کرتے ہیں۔ یہ سب آپ کے مقام ماموریت میں شامل اور پنہاں ہیں۔
اصل بات یہ ہے کہ ابتداء ہی سے اللہ تعالیٰ کی یہ سنت چلی آتی ہے کہ وہ
ہر ظلمت اور بے دینی کے زمانہ میں اپنی طرف سے مصلحت عامہ کے لئے کسی
کو خاص کر کے مبعوث فرماتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے لوگوں کی اصلاح کرتا اور
تازہ نشانات سے اپنا چہرہ دنیا پر ظاہر کر کے دہریت کی ظلمت سے لوگوں کو
باہر نکالتا ہے۔ لیکن اس زمانہ کو ایک خصوصیت حاصل ہے۔ تمام گذشتہ انبیاء اور ماموروں
نے اس زمانہ کی ظلمت اور اس کے مامور کی خبر دی ہے۔ اور اس زمانہ میں ظاہر ہونے
والے دجال سے باخبر کیا ہے۔ جس کا قتل اس عہد کے مامور سے وابستہ ہے۔
پھر آپ کی ایک خصوصیت یہ ہے۔ کہ آپ بہت سے انبیاء کی پیشگوئیوں
کے مصداق ہیں۔ چنانچہ آپ دانی ایل نبی کی پیشگوئی کے مصداق ہیں جس میں کہا گیا
تھا۔ "اس وقت بہت لوگ پاک کئے جائیں گے۔ اور سفید کئے جائینگے
اور آزمائے جائیں گے۔ لیکن شریر شرارت کرتے رہیں گے۔ اور شریروں
میں سے کوئی نہیں سمجھے گا۔ پر دانشور سمجھیں گے اور جس وقت سے دائمی قربانی

موقوف کی جائے گی۔ اور مکروہ چیز جو خراب کرتی ہے۔ قائم کی جائے گی۔ ایک ہزار دو سو نوے دن ہوں گے۔ مبارک وہ جو انتظار کرتا ہے۔ اور ایک ہزار تین سو پینتیس روز تک آتا ہے۔"

دن سے دانی ایل کی کتاب میں مراد سال ہے۔ خدا کے سات دنوں میں سے ہر ایک دن ہزار برس کے برابر ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں بھی ہے ان یوما عند ربك کالف سنة مما تعدون اور حدیثوں سے ثابت ہے۔ کہ مسیح موعود چھٹے ہزار میں پیدا ہو گا۔ چنانچہ دیکھیے ٹھیک ۱۲۹۰ھ میں مسیح موعود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے شرف مکالمہ و مخاطبہ پا چکے تھے اور ۱۳۳۵ھ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آخری زمانہ ہے۔ جو آپ کی عمر کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔ اس حقیقت کی طرف نبی اکرمؐ کی یہ حدیث اشارہ کرتی ہے۔

" الآیات بعد المائتین "

کہ علامات صغریٰ تو ہر زمانہ میں ظاہر ہوتی رہیں گی۔ لیکن علامات کبریٰ تیرھویں صدی میں ظاہر ہوں گی۔ حدیث میں ہے کہ الآیات یعنی آیات کبریٰ دو سو برس بعد ظاہر ہوں گی۔ اس حدیث میں جو دو سو برس کا ذکر آیا ہے۔ اس کے متعلق شراح حدیث نے بھی لکھا ہے۔ کہ ہزار برس کے گذرنے کے بعد جو دو سو برس گذریں گے اس کے بعد علامات کبریٰ کا ظہور شروع ہو جائیگا پھر اس عظیم مامور کی بعثت ہو گی۔

تیسری خصوصیت وہ ہے۔ جو قرآن مجید کی سورۃ الجمعۃ کی اس آیت

میں بیان کی گئی ہے۔ "وآخرین منہم لما یلحقوا بہم" یعنی اس مامور کا اتنا بڑا مقام ہوگا کہ اس کے ماننے والے صحابہؓ سے جا ملیں گے۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے۔ کہ آنحضرتؐ کے اصحاب میں سے ایک اور حصّہ ہے جو ابھی ظاہر نہیں ہوا۔ لیکن جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا بروز ظاہر ہوگا تو اس کے اصحاب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحاب کہلائیں گے۔ اور جس طرح صحابہؓ کرام نے اپنے رنگ میں اللہ کی راہ میں دینی خدمتیں ادا کی ہیں۔ وہ اپنے رنگ میں ادا کریں گے۔ منہم کی ضمیر اصحاب النبی کی طرف راجع ہے۔ (براھین، ۵، ۶۸)

پھر مسیح موعودؑ کو ایک خصوصیّت یہ حاصل ہے۔ کہ جس طرح سلسلۂ موسوی کے آخر پر ایک عظیم الشان خلیفہ آیا۔ جو اس سلسلے کا خاتم الانبیاء تھا۔ اسی طرح آپ محمد رسول اللہؐ کے قریباً اتنے ہی عرصہ کے بعد ایک عظیم الشان مامور مبعوث ہوا ہے۔ جو بلحاظ اپنی عظمت کے خاتم الخلفاء ہے۔

اس لئے حضرت اقدس فرماتے ہیں۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مسیح موعود ہونے کا دعوے ملہم من اللہ اور مجدد من اللہ کے دعویٰ سے کچھ بڑا نہیں ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ جس کو یہ رتبہ حاصل ہو کہ وہ خدا تعالیٰ کا ہم کلام ہو۔ اس کا نام من جانب اللہ خواہ مثیل مسیح اور خواہ مثیل موسیٰ ہو۔ یہ تمام نام اس کے حق میں جائز ہیں۔ جس شخص کو مکالمہ الہیہ کی فضیلت حاصل ہوگی۔ اور کسی خدمت دین کے لئے مامور من اللہ ہوگیا تو اللہ جل شانہٗ وقت کے مناسب حال اس کا کوئی نام رکھ سکتا ہے۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۴۰)

مسیح موعودؑ کو ایک خصوصیت یہ حاصل ہے کہ آپ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کھلی کھلی پیشگوئیاں کی ہیں۔

مسیح موعودؑ کی ایک خصوصیت یہ ہے۔ کہ مسیح موعود علیہ السلام کے کام اور مقام کو بھی ایک ممتاز رنگ دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس کے آنے کے وقت اسلام پر بیرونی اور اندرونی انتہائی مصائب کا وقت ہے۔ اس لئے اس کام کو بھی خاص عظمت کا رنگ دیا گیا ہے۔ جس نے مسیح موعود کے مقام کو دوسرے اولیاء امت اور مجددین سے ایک ممتاز رنگ دے دیا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

" اب واضح ہو کہ احادیث نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو عیسیٰ اور ابنِ مریم کہلائے گا۔ اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائیگا یعنی اس کثرت سے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف اس کو حاصل ہوگا۔ اور اس کثرت سے امورِ غیبیہ اس پر ظاہر ہوں گے کہ بجز نبی کے کسی پر ظاہر نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ فلا یظہر علی غیبہٖ احداً الا من ارتضٰی من رسول" یعنی خدا اپنے غیب پر کسی کو پوری قدرت نہیں بخشتا۔ جو کثرت اور صفائی سے حاصل ہو سکتا ہے۔ بجز اس شخص کے جو اس کا برگزیدہ رسول ہو۔ اور یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جس قدر خدا تعالیٰ نے مجھ سے مکالمہ مخاطبہ کیا ہے اور جس قدر امورِ غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی۔"

غرض اس حصہ کثیر اس وحی الٰہی اور امورِ غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک

فرد مخصوص ہوں۔ اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں ان کو یہ حصّہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں۔ اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے۔ اور وہ شرط ان میں پائی نہیں جاتی۔ اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا۔ تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیشگوئی صفائی سے پوری ہو جاتی۔ کیونکہ اگر دوسرے صلحاء جو مجھ سے پہلے گذر چکے ہیں وہ بھی اسی قدر مکالمہ و مخاطبہ الٰہیہ اور امور غیبیہ سے حصّہ پا لیتے تو وہ نبی کہلانے کے مستحق ہو جاتے۔ تو اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیشگوئی میں ایک رخنہ واقع ہو جاتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی مصلحت نے ان بزرگوں کو اس نعمت کو پورے طور پر پانے سے روک دیا۔ تا جیسا کہ حدیث صحیحہ میں آیا ہے۔ کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا۔ وہ پیشگوئی پوری ہو جائے۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰، ۳۹۱)

یہ ایک بڑی اعلیٰ درجہ کی خصوصیت ہے جو آپ کو امت کے زمرہ اولیاء میں سب سے ممتاز کرتی ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے۔ کہ اولیاء امت میں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان وحی ترجمان میں اگر کسی ولی کو نبوت کا نام پانے کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ تو وہ صرف اور صرف مسیح موعود ہیں۔ نہ آپ سے پہلے کوئی اس نام کے پانے کے لئے مخصوص کیا گیا نہ آپ کے بعد کوئی ایسا آئے گا جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نبی کہہ کر پکارا ہو۔ یہ خصوصیت صرف اور صرف مسیح موعودؑ میں ہی پائی جاتی ہے۔ کہ آنحضرت نے آپ کو نبی کر کے پکارا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی اس خصوصیت کو اصل طور پر نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض لوگوں

کو یہاں تک غلطی میں ڈالا ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کو زمرۂ اولیاء سے نکال کر زمرۂ انبیاء میں داخل کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ ایسا خیال کرنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے قائم کردہ بینات و محکمات اور اصول کے خلاف ہے۔ اگر سلسلہ نبوت حقیقی جاری ہے۔ تو معلوم ہوا کہ اور بھی نبی اس قسم کے اس امت میں آئیں گے لیکن یہ باطل ہے۔ کیونکہ حضرت اقدس فرماتے ہیں۔ نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں۔ پھر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اور بھی نبی کا نام پاتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئی میں رخنہ واقع ہو جاتا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس قسم کی نبوت کا سلسلہ جاری نہیں۔ پس اگر جاری نہیں تو ایک بھی نبی نہیں آ سکتا۔ خوب غور کر لو اور سوچ لو اس سے چارہ نہیں۔

پھر اس امر کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ نبی اکرمؐ کی زبان سے جو مسیح موعودؑ کے لئے نبی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے حقیقی نبوت مراد نہیں، بلکہ مجازی، ظلی، بروزی اور جزوی نبوت ہے۔ جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کے اسم سے موسوم ہے۔ چنانچہ حضورؑ خود فرماتے ہیں:۔

" یہ سچ ہے کہ آنے والے مسیح کو نبی کر کے بھی بیان کیا گیا ہے۔۔۔ مگر وہ واقعی اور حقیقی طور پر نبوت تامہ کی صفت سے متصف نہیں ہوگا۔ ہاں نبوت ناقصہ اس میں پائی جائے گی۔ جو دوسرے لفظوں میں محدثیت کہلاتی ہے۔ اور نبوت تامہ کی شانوں میں سے ایک شان اپنے اندر رکھتی ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۵۳)

" حقیقی معنوں میں تو نہ کوئی نیا رسول آ سکتا ہے۔ اور نہ پرانا " (ازالہ اوہام صفحہ ۷۶۱)

اور باب نبوت مسدود ہونے کے باوجود نبی اکرم صلعم نے مسیح موعود کا نام نبی کیوں رکھا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر ایک محدث اپنے وجود میں قوت اور استعداد نبی ہو جانے کی رکھتا تھا۔ اور اس قوت اور استعداد کے لحاظ سے محدث کا حمل نبی پر جائز ہے۔ یعنی کہہ سکتے ہیں کہ المحدث نبی۔" (آئینہ کمالات اسلام صث ۲۳)

لیکن اس کے باوجود تیرہ سو سال کے عرصہ میں بلکہ اس کے بعد بھی آنے والوں میں سے کسی کا نام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبی نہیں رکھا اور اسے نبی کہہ کر نہیں پکارا۔ اور آپ کی یہ وہ خصوصیت ہے جس پر آپ منفرد ہیں۔ لیکن اس اعلیٰ درجہ کی خصوصیت کے باوجود آپ زمرۂ اولیاء ہی میں رہتے ہیں۔ اس لئے آپ فرماتے ہیں:-

زاں زمرۂ ابدال بامحدث ترسید

علی الخصوص اگر آہ میرزا باشد

اور آپ نے واضح۔ روشن اور غیر مبہم الفاظ میں اپنی وحی کو وحی ولایت قرار دیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ "اس وحی کے وقت جو برنگ وحی ولایت میرے پر نازل ہوئی ہے۔" (برکات الدعا صث ۱)

اور سراج منیر میں لکھا ہے: جھوٹے الزام مجھ پر مت لگاؤ کہ حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ کیا تم نے نہیں پڑھا کہ محدث بھی ایک مرسل ہوتا ہے۔ (سراج منیر صث ۲)

کیا قرات و لا محدث کی یاد نہیں رہی پھر یہ کیسی بے ہودہ نکتہ چینی ہے۔ کہ مرسل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اے نادانو! بھلا یہ تو بتلاؤ کہ جو بھیجا گیا ہے اس کو عربی میں مرسل یا رسول ہی کہیں گے یا کچھ اور کہیں گے۔ مگر یاد رکھو کہ خدا کے الہام میں

اس جگہ حقیقی معنی مراد نہیں۔ جو صاحب شریعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ بلکہ جو مامور کیا جاتا ہے۔ وہ مرسل ہی ہوتا ہے ...... بار بار کہتا ہوں کہ یہ الفاظ رسول اور مرسل اور نبی کے جو میرے الہام میں میری نسبت خداتعالیٰ کی طرف سے بے شک ہیں اپنے حقیقی معنوں میں محمول نہیں ہیں۔ اور جیسے یہ محمول نہیں ایسے ہی وہ نبی کر کے پکارنا جو حدیثوں میں مسیح موعود کے لئے آیا ہے۔ وہ بھی اپنے حقیقی معنوں پر اطلاق نہیں پاتا۔ یہ وہ علم ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے۔

(سراج منیر صٰ۲)

ایک خصوصیت جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو امت کے دوسرے اولیاء ابدال اور اقطاب کے مقابلے میں حاصل ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ امام الزمان بھی ہیں۔ اور جیسا کہ حضرت اقدس نے ضرورۃ الامام میں لکھا ہے۔ امام الزمان کے لفظ میں نبی، رسول، محدث اور مجدد سب داخل ہیں۔ مگر جو لوگ ارشاد اور ہدایت خلق اللہ کے لئے مامور نہیں ہوئے۔ اور نہ وہ کمالات انہیں دیئے گئے ہیں۔ گو وہ ولی ہوں یا ابدال ہوں۔ امام الزمان نہیں کہلا سکتے۔

(ضرورۃ الامام صٰ۲۴)

اب میں ایک ضمنی سی بات عرض کرنے کے بعد اپنے مضمون کے سب سے اہم حصّے کی طرف انشاء اللہ بڑھوں گا۔ کچھ عرصہ ہوا میں اسی جلسہ سالانہ کی ایک سٹیج پر تقریر کر کے اترا تو ایک مخلص دوست مل گئے۔ اور انہوں نے مجھے کہا کہ آپ نے اپنی اس تقریر میں بھی اور اس طرح بھی جب حضرت صاحب کا نام لیتے ہیں تو اس کے ساتھ علیہ السلام کہتے ہیں۔ یہ صحیح طریق نہیں۔ ایسا نہ کہا کریں۔

میں نے انہیں عرض کیا کہ آپ حضرت صاحب کی کتاب اربعین نمبر ۲ کا صـ۳ ملاحظہ فرما لیں۔ اس کے بعد انشاء اللہ اس موضوع پر آپ سے بات ہو گی۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے اس جگہ کیا لکھا ہے۔ وہ میں آپ دوستوں کو بھی سنا دیتا ہوں۔ کہ اس سے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقام کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ حضرت اقدسؑ فرماتے ہیں :۔

" بعض بے خبر ایک یہ اعتراض بھی میرے پر کرتے ہیں کہ اس شخص کی جماعت اس پر فقرہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اطلاق کرتے ہیں اور ایسا کرنا حرام ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ میں مسیح موعود ہوں اور دوسروں کا صلوٰۃ و سلام کہنا تو ایک طرف خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو اس کو پاوے میرا سلام اس کو کہے اور احادیث اور تمام شروح احادیث میں مسیح موعود کی نسبت صدہا جگہ صلوٰۃ والسلام کا لفظ لکھا ہوا موجود ہے۔ پھر جبکہ میری نسبت نبی علیہ السلام نے یہ لفظ استعمال کیا ہے۔ صحابہ نے کیا ہے۔ بلکہ خدا نے کیا ہے۔ تو میری جماعت کا میری نسبت یہ فقرہ بولنا کیوں حرام ہو گیا ۔"

حضرت اقدسؑ کا الہام ہے یصلون علیک ابدال الشام لے پیش کر کے آپ آگے لکھتے ہیں۔ اب دیکھو اس الہام میں نیک بندوں کی یہ علامت لکھی ہے کہ وہ میرے پر درود بھیجیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عظمت شان اور خصوصیات کو بیان کرنے کے بعد اب بھی یہ بتاتا ہوں کہ آپ کو شناخت نہ کرنے اور نہ ماننے والوں کی ایمانی اور روحانی حالت کا کیا حال ہے۔

اس سلسلے میں سب سے اوّل تو یہی ظاہر ہے کہ ان صفات، خصائص اور عظمتوں کے مالک انسان سے دوری فی نفسہ بہت بڑی کمزوری، بڑی بدنصیبی اور بے بضاعتی ہے۔ اس مقام کے لوگوں کی تو بڑی عظمت اور شان ہے۔ عام اولیاء میں سے بھی بہت سے ہوتے ہیں کہ دوسروں کے لئے بڑی برکات رکھتے ہیں۔ اور ان کے لئے تعویذ ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں دلی کے خاندان مغلیہ کے آخری عہد میں ایک ولی اللہ کے مرید کامران نام کی لال قلعہ میں آمد و رفت تھی۔ ایک شب جو وہ قلعہ سے واپس آئے تو انہوں نے اپنے مرشد سے کہا کہ اب آئندہ سے میں لال قلعہ نہیں جایا کروں گا۔ کیونکہ وہاں کے رہنے والوں کی اخلاقی حالت بہت ہی زبوں ہے۔ اور ان کا کیریکٹر بہت ہی گرا ہوا اور پست ہے۔ اس پر ان کے مرشد نے فرمایا: یہ تو تمہاری مرضی ہے کہ آئندہ لال قلعہ میں نہ جایا کرو۔ لیکن اپنے اس فیصلے سے تم نے لال قلعہ میں رہنے والوں کو تباہ کر دیا۔ کیونکہ تم تو ان کے لئے بطور تعویذ تھے۔ اور تمہاری برکت سے وہ اپنی تمام تر بدکرداریوں کے باوجود بچے ہوئے تھے۔ اب وہ لوگ تباہ ہو جائیں گے۔

چنانچہ اس کے بعد سلطنت مغلیہ کی بساط الٹ گئی۔ غرض اللہ تعالیٰ کے مقبولوں میں بڑی برکات ہوتی ہیں۔ اور ان سے دوری بہت بڑی محرومی ہے۔ ابھی آپ نے سنا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کے خاص مقبولوں کے ہاتھوں اور پیروں اور تمام بدن میں برکت رکھ دی جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے ان کا پہنا ہوا کپڑا بھی متبرک ہو جاتا ہے۔ اور اکثر اوقات کسی شخص کو چھونا یا اس کو ہاتھ

لگانا اس کے امراض روحانی یا جسمانی کے ازالہ کا موجب ہوتا ہے۔ اس طرح ان کے شہر یا گاؤں میں بھی ایک برکت اور خصوصیت دی جاتی ہے۔ اسی طرح اس خاک کو بھی برکت دی جاتی ہے جس پر ان کا قدم پڑتا ہے۔ ان کی رضامندی اور ناراضگی بھی پیشگوئی کا رنگ اپنے اندر رکھتی ہے۔

دراصل ان کی بعثت کا زمانہ لیلۃ القدر کی سی حیثیت اور عظمت رکھتا ہے۔ خطاب کے شروع میں میں نے قرآن مجید کی سورۃ القدر کی تلاوت کی تھی۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مامور بھی لیلۃ القدر سے مشابہت رکھتے ہیں۔ جس طرح وہ خاص رات بنی نوع انسان کی تقدیروں کو لے کر آتی ہے۔ اور اپنے اندر دنیا کی ترقی اور اس کی تنزلی کے پہلوؤں کی تفصیل رکھتی ہے۔ اور بڑی برکتوں اور عظمتوں کی مالک ہوتی ہے اور امن و سلامتی کی بارشیں لے کر آتی ہے اس طرح اللہ کے مامور بھی لیلۃ القدر میں آتے ہیں اور اس کی طرح بڑی شان رکھتے ہیں۔ اور ان کے دامن سے وابستہ کرنا لوگوں کو نجات دلانے والا اور ان سے انحراف انہیں تباہی کے گڑھے میں گرانے والا ہے۔ لیلۃ القدر کو قرآن مجید میں دوسری جگہ لیلۃ مبارکہ کہا گیا ہے (الدخان)

لیل اور لیلۃ کے الفاظ عربی میں ہم معنی ہیں لیکن قرآن مجید کی بلاغت میں لیلۃ کا لفظ ہر جگہ ہی نزول کلام الٰہی یا اس کے متعلقات کے ساتھ استعمال ہوا ہے۔ اس طرح اس میں بتایا ہے کہ محمد رسول اللہ کے خاص اظلال ہر تیرہ سو برس چار ماہ کے بعد ظہور کرتے۔ جس میں اگر ان کا بچپن کا زمانہ شامل کر دیا جائے تو یہ وہی صد سالہ دور بن جاتا ہے۔ جس کا ذکر اس حدیث نبوی میں ہے۔ ان اللہ یبعث

لهذه الامة علی راس کل مائة سنة من یجدد لها دینها

اور ہر صدی کے شروع میں ایک مجدد کا ظاہر ہونا ضروری ہے۔ یہ امت اسلامیہ کی ایک تقدیر ہے۔ اور گذشتہ صدیاں اس پر مہر تصدیق ثبت کر تی چلی آئی ہیں۔ اور ضرور ہے کہ آئندہ بھی مجددین کا یہ سلسلہ مبارکہ جاری رہے۔

قرآن مجید کا دائرہ وعدۂ استخلاف عام ہے۔ اور رہتی دنیا تک کے زمانہ پر حاوی ہے۔ حدیثِ نبوی کے الفاظ بھی بڑے واضح ہیں۔ علی راس کل مائة سنة " کہ ہر صدی کے شروع میں اللہ تعالیٰ اپنے اذن خاص سے ایک شخص کو کھڑا کرے گا۔ اور خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام امام ہمام نے بھی بتایا ہے کہ آپ کے بعد بھی مجدد آتے رہیں گے۔ چنانچہ ۲۹ر نومبر ۱۹۰۵ کی ڈائری ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ کے بعد بھی مجدد آئیں گے تو آپ نے نہایت لطیف جواب دیا کہ موسیٰ کی شریعت مختص الوقت تھی۔ اس لیئے اس کی تجدید کرنے والے ایک وقت میں آکر ختم ہو گئے۔ اور مسیح ناصری ان کے آخری مصلح تھے لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شریعت تا قیامت ہے اس لئے آپ کی امت میں تا قیامت مجدد آتے رہیں گے۔

پس نادان ہے وہ شخص جو کہتا ہے۔ مسیح موعودؑ کے بعد اب کوئی مجدد نہیں آئے گا۔ یا یہ علماء اور مبلغین ہی مجدد ہیں۔ یہ بڑی جسارت اور [illegible] ہے۔ قرآن مجید کی آیت استخلاف عام ہے۔ حدیث مجدد بلا استثناء ہر صدی میں مجدد کے آنے کا وعدہ دیتی ہے۔ پھر کس کو یہ ہمت اور جرأت ہے۔ کہ اس نعمت کے دروازے کو بند کر دے۔

غرض اللہ کے مامور بڑی عظمت، بڑی برکت، اور بڑی شان رکھتے ہیں۔ ان سے دوری و مہجوری ایک بہت بڑی سعادت سے محرومی اور بدقسمتی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے خود فرمایا ہے۔ ؎

واللہ کہ ہمچو کشتی نوحم ز کردگار
بے دولت آنکہ دور بماند ز لنگرم

"جب تک کہ انسان دنیا کے درخت کے کاٹا جا کر الوہیت کے درخت کی شاخ کے ساتھ اپنا پیوند حاصل نہیں کرتا اس کی سرسبزی اور شادابی محال ہے۔ دیکھو جب ایک درخت کی شاخ اس سے کاٹ دی جائے تو وہ پھل پھول ہرگز نہیں دے سکتی۔ خواہ اسے پانی کے اندر ہی کیوں نہ رکھو۔ اور ان تمام اسباب کو جو پہلی صورت میں اس کے لئے مایۂ حیات تھے استعمال کرو۔ لیکن وہ کبھی بھی بارآور نہ ہوگی۔ اسی طرح انسان جب تک ایک صادق کے ساتھ پیوند قائم نہیں کرتا وہ روحانیت کو جذب کرنے کی قوت کو نہیں پا سکتا۔ جس طرح وہ شاخ تنہا اور الگ ہوکر پانی سے سرسبز نہیں ہوتی۔ اس طرح (ماموروقت سے۔ ناقل) بے تعلق اور الگ ہوکر انسان بارآور نہیں ہو سکتا۔"

امام الزماں اپنے زمانے کا صادق ہوتا ہے۔ جس کے لئے قرآنِ مجید میں حکم ہے "کونوا مع الصادقین" پس اس سے الگ ہوکر روحانی پاکیزگی زندگی، سرسبزی اور شادابی کی امید عبث ہے۔

۱۳ ستمبر ۱۹۰۱ء کا واقعہ ہے۔ کہ سید امیر علی شاہ صاحب سیالکوٹی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ انہیں اپنی ایک ربار میں تنہا کیا ہے

کہ میں حضور؊ سے تبتل کے معنی پوچھوں۔ اس پر آپ نے فرمایا۔

" ہمارے ہاتھ پر بھی بیعت تو یہی کی جاتی ہے۔ کہ دین کو دنیا پر مقدم کروں گا۔ ایک شخص کی جسے خدا تعالےٰ نے اپنا مامور کر کے دنیا میں بھیجا ہے۔ اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نائب ہے۔ جس کا نام حکم و عدل رکھا گیا ہے۔ اپنا امام سمجھوں گا۔ اور اس کے فیصلے پر ٹھنڈے دل اور انشراح قلب کے ساتھ رضامند ہو جاؤں گا۔ لیکن اگر کوئی شخص یہ عہد اور اقرار کرنے کے بعد بھی ہمارے کسی فیصلے پر ترش کے ساتھ رضامند نہیں ہوتا بلکہ اپنے سینے میں کوئی روک اور اٹک پاتا ہے۔ تو یقیناً کہنا پڑتا ہے۔ کہ اس نے تبتل حاصل نہیں کیا۔"

(ملفوظات صـــ ۳۳۳)

اب دیکھو کہ زھد و تقوئی اور مدار رج سلوک کا تبتل بھی انسان کو حکم و عدل کے فیصلوں کے سامنے ثلج قلب کے ساتھ سر تسلیم خم کر دینے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا کجا یہ کہ اس کو نہ مان کر اور اس کے انکار کے باوجود کوئی شخص حقیقی ایمان حاصل کر سکے:

مامور کی بعثت کے بغیر کوئی دنیوی تدبیر کوئی گروہ بندی، کوئی مراقبہ، اور عبادت تکمیل تک نہیں پہنچا سکتی۔ اس کے لئے روحانی ذرائع کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے صحبتِ صادق کی حاجت ہے۔ اس کے لئے مامور کے دامن سے وابستہ کرنا ضروری ہے یہ سلسلہ ایک مبشر کو چاہتا ہے۔ ایک کرشن، ایک زرتشت، ایک موسیٰ، ایک مسیح، ایک محمد واحمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حاجت مند ہے۔

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لاالٰہ الا اللہ

عہدِ حاضر کے مسلمانوں کو تو یہ ۱۸۵۷ء کی جد وجہد کا انجام دیکھ چکے تھے اس سے پہلے کی عسکری تحریکیں بھی ان کے سامنے تھیں، انجمنوں اور دارالعلوموں کے نتائج بھی ان سے مخفی نہ تھے۔ پھر بھی وہ ایک مردِ مومن، مردِ غیب اور ملہم من اللہ کی آمد کے منتظر تھے۔ ان کی نظریں کبھی مسیح کے آسمان سے نازل ہونے کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ وہ مہدی غائب کی آمد کی راہ تک رہے تھے۔ جمال الدین افغانی، محمد عبدہ مصری، سرسید احمد خان، نواب صدیق حسن خان، سب اپنی جد وجہد کر چکے تھے۔ لیکن مسلمانوں کے دلوں سے مامور من اللہ کی آمد کا تصور کسی طرح محو نہ ہوتا تھا۔

تمام انبیاء کے موعود کی آمد کے لئے لوگ چشم براہ تھے۔ تمام اہلِ کشف مسیح موعودؑ کا زمانہ قرار دینے میں چھٹے ہزار سے باہر نہیں گئے۔ اور زیادہ سے زیادہ اس کے ظہور کا وقت چودھویں صدی ہجری لکھا ہے۔

(صدیق حسن خان، حجج الکرامہ)

غرض آسمان پر شور برپا تھا اور کیفیت یہ تھی۔

آسماں بارد نشان الوقت می گوید زمیں

تو کیا یہ سب کچھ محض عبث تھا۔ اگر اس عظیم مامور کو مانے بغیر بھی انسان سلوک کی منازل طے کر سکتا ہے۔ اپنی روحانیت کو کامل کر سکتا ہے۔ حقیقی مومن بن سکتا ہے تو زمین و آسمان کو اسطرح تہ و بالا کرنے کی ضرورت ہی

کیا تھی؟

بے شک یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوے کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالےٰ کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔ یعنی صاحب شریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الٰہی میں اعلےٰ شان رکھتے ہوں اور خلعت مکالمہ الٰہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔ بلکہ خود مسیح موعود علیہ السلام ایسے ذی شان امام کے انکار کی وجہ سے بھی کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے تریاق القلوب کے صفحہ ۲۵۵ پر تحریر فرمایا ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مسیح موعود علیہ السلام کا منکر ضال اور جادہ صواب سے منحرف نہیں ہوگا۔ دیکھو تریاق القلوب میں اس جگہ جہاں یہ لکھا ہے کہ میرے انکار کی وجہ سے کوئی کافر نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ یہ مقام صرف صاحب شریعت جدیدہ نبی کو حاصل ہوتا ہے۔ بالکل اس جگہ اپنے جیسی ہستیوں کے منکروں کے متعلق لکھا ہے۔ "ہاں بد قسمت منکر جو ان مقربان الٰہی کا انکار کرتا ہے۔ وہ اپنے انکار کی شامت سے دن بدن سخت دل ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ نور ایمان اس کے اندر سے مفقود ہو جاتا ہے۔ اور یہی احادیث نبویہ سے مستنبط ہوتا ہے کہ انکار اولیاء اور ان سے دشمنی رکھنا اوّل انسان کو غفلت اور دنیا پرستی میں ڈالتا ہے۔

اور پھر اعمال حسنہ اور افعال صدق اور اخلاص کی ان سے توفیق چھین لیتا ہے۔ اور پھر آخر سلب ایمان کا موجب ہو کر دینداری کی اصل حقیقت اور مغز سے

ان کو بے نصیب اور بے بہرہ کر دیتا ہے ۔ اور یہی معنی ہیں اس حدیث کے کہ من عادولیالی فقد آذنتہ للحرب ۔"

(تریاق القلوب صت ۲۵۳ ۔ حاشیہ)

پھر اسی کتاب میں لکھتے ہیں ۔ " ابتدا سے میرا یہی مذہب ہے ۔ کہ میرے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر و دجال نہیں ہوسکتا ۔ ضال اور جادہ صواب سے منحرف ضرور ہو گا ۔ ۔ ۔ ۔ میں ایسے سب لوگوں کو ضال اور جادۂ صواب سے دُور سمجھتا ہوں ۔" (تریاق القلوب صت ۲۵۸)

اب دیکھو کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص حقیقی کافر نہیں ہو جاتا ۔ لیکن آپ کے مقام کی یہ بلندی ہے کہ وہ منکر بدقسمت ہے ۔ اپنے انکار کی شامت سے قسی القلب اور سخت دل ہو جاتا ہے ۔ اس کے اندر سے نور ایمان مفقود ہو جاتا ہے ۔ اس سے وہ غفلت اور دنیا پرستی میں مبتلا ہو جاتا ہے ۔ اس سے اعمال حسنہ کی توفیق چھن جاتی ہے وہ افعال صدق و اخلاص نہیں بجا لا سکتا ۔ اور وہ دینداری کی اصل حقیقت اور مغز سے بے نصیب اور بے بہرہ ہو جاتا ہے ۔ اور خدا سے لڑائی کرنے والا ٹھہرتا ہے ۔ اسے ضال کہا جائے گا اور وہ جادۂ صواب سے منحرف قرار پائے گا ۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا مسیح موعود کے مقام اور آپ کی بلند شان کی حقیقت کہ اس کے منکروں کو کن خطابوں سے نوازا گیا ۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا :-

۵

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
جس کی فطرت نیک ہے آئے گا وہ انجام کار

کسی پاکباز شخص کا یہ دعوے کرنا کہ اللہ مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اور اس نے مجھے اپنا برگزیدہ مامور مقرر کیا ہے۔ اور مجھے وہبی علوم و معارف سے حصہ بخشتا ہے۔ اور اس نے مجھے حکم دیا ہے۔ کہ تمام لوگوں کو خواہ وہ ایشیاء میں بسنے ہوں یا یورپ اور امریکہ یا کسی اور جگہ دین واحد پر جمع کروں ایسا زبردست دعوے ہے کہ کوئی دیانت دار اور ہوشمند انسان اس سے پہلو تہی نہیں کر سکتا۔ دنیا کی ادنیٰ ادنیٰ حکومتیں بھی جب کسی کو اپنا نمائندہ اور سفیر مقرر کرتی ہیں تو بڑی بڑی جابر حکومتیں بھی اس کی بات سننے اور اس کی طرف توجہ کرنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ کجا یہ کہ احکم الحاکمین کی طرف سے آنے والے پیغام بر سے لاپرواہی اور عدم توجہ برتی جائے۔ کسی نیک متقی، پابند صوم و صلوٰۃ اور تمام احکام اللہ کے بجا لانے والے کا تو کیا ذکر جو شخص اللہ تعالیٰ ہی کو نہیں مانتا۔ وہ بھی یہ غیر معقول مؤقف اختیار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس کی عقل مجبور کرتی ہے۔ کہ جس طرح وہ اور دنیوی صداقتوں کے پیش کرنے والوں کے دعویٰ کی تحقیق کرتا ہے۔ اسی طرح وہ مدعی ماموریت کے دعویٰ کی بھی پوری سنجیدگی اور توجہ کے چھان بین کرے اور اس کے دعویٰ اور دلائل پر توجہ دے۔ یقیناً اور بلاشبہ وہ شخص یہ موقف تو کسی طرح بھی اختیار نہیں کر سکتا۔ کہ مجھے ان دعاوی پر غور کرنے اور ان کی جانچ پڑتال کرنے کی ضرورت نہیں اسی وجہ سے ایسے

شخص کو ضال، اور جادہ صواب سے منحرف، بدقسمت۔ نورِ ایمان سے تہی، اعمالِ حسنہ اور افعال صدق و صفا کی توفیق سے خالی اور دینداری کی اصل حقیقت اور مغز سے۔ بے نصیب اور دشمنِ خدا قرار دیا ہے۔

دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منکر کے متعلق کیا فرماتے ہیں:۔

انی من الرحمٰن عبدٌ مکرّمٌ

سمٌّ معادا تی وسلمی اسلم

من فرّ منی فرّ من رب الوریٰ

انی انا النھج السلیم الاقومُ

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۴۸)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا چراغ الدین جمونی کے متعلق الہام ہے۔

" میں فنا کر دوں گا۔ میں غارت کر دوں گا۔ میں غضب نازل کروں گا۔ اگر اس نے (یعنی چراغ الدین نے) شک کیا۔ اور اس پر (یعنی میرے مسیح موعود ہونے پر) ایمان نہ لایا۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۷۲)

اگر مسیح موعود علیہ السلام کا ماننا ضروری نہیں۔ اگر اس کے بغیر بھی ایمان کامل ہو جاتا ہے۔ تو اس قدر غضبناک ہونے کی کیا ضرورت تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے اشتہار دعوتِ حق میں فرماتے ہیں۔

" انصاف اور خدا ترسی کا مقتضا یہی ہے۔ کہ مجھے یہ ی اس تمام تعلیم کے ساتھ قبول کریں۔" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۔)

گویا آپ کو قبول نہ کرنا مقتضیاتِ انصاف اور خدا ترسی سے

بعید ہے۔ کیا غیر منصف اور غیر خدا ترس بھی حقیقی مومن ہوا کرتا ہے۔

جو لوگ آپ کو نہیں مانتے وہ اس بد قسمت کی طرح ہیں "جن کی آنکھیں بھی ہیں پر دیکھتے نہیں اور کان بھی ہیں پر سنتے نہیں۔ اور عقل بھی ہے۔ پر سمجھتے نہیں" (حقیقۃ الوحی، دعوۃ حق ص۷)

جو لوگ حضرت مامورِ وقت کے حقیقی مقام سے بے خبر ہیں میں انہیں مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں بتا تا ہوں کہ :-

" اتمام حجّت کے بعد بھی جو مامور کا انکار کرتا ہے۔ اس پر لعنت ہے۔"
(الاستفتاء ص۱)

اس طرح آپ نے اسی کتاب کے صفحہ ص۱۵ پر انہیں "سفہاء" اور "مخزیی" کا مورد قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ کہ ایمان کا یہ اقتضاء ہے کہ مجھے قبول کرو۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں:- "مقتضی الایمان ان تقبلونی ص۲۱) وہ تقوی القلوب سے خالی ہیں (ص۲۱) اور ان کے حال سے پناہ مانگی ہے۔ (ص۲۳) پھر بتایا ہے۔ کہ جوع المبیر یعنی ہلاکت خیز روحانی بھوک سے صرف آپ کا روحانی دستر خوان ہی بچا سکتا ہے۔ (ص۳۷) اور جسے یہ غذا موافق نہیں وہ اشقیاء میں سے ہے۔ (ص۳۷) اور آپ کا نہ ماننا دل کی کجی کی وجہ سے ہے۔ (ص۴۶) پھر اسی کتاب میں فرماتے ہیں :-

" میں کہتا ہوں کہ چونکہ میں مسیح موعود ہوں اور خدا نے عام طور پر میرے لئے آسمان سے نشان ظاہر کئے ہیں۔ پس جس شخص پر میرے مسیح موعود ہونے کے

بارے میں خدا کے نزدیک اتمامِ حجت ہو چکا ہے۔ اور میرے دعویٰ پر وہ اطلاع پا چکا ہے۔ وہ قابلِ مواخذہ ہے۔ کیونکہ خدا کے فرستادوں سے دانستہ منہ پھیرنا ایسا امر نہیں ہے کہ اس پر کوئی گرفت نہ ہو۔"

(حقیقۃ الوحی، ص۱۷۸)

"چونکہ شریعت کی بنیاد ظاہر پر ہے۔ اس لئے ہم منکر کو مومن نہیں کہہ سکتے اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ مواخذہ سے بری ہے۔"

(حقیقۃ الوحی، ص۱۷۹)

اسی کتاب حقیقۃ الوحی ص۱۷۹ پر آپ لکھتے ہیں۔

"کفر دو قسم پر ہے۔ ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے ہی انکار کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔ دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود علیہ السلام کو نہیں مانتا۔"

یہ الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے ہیں۔ لیکن اس سے کسی کو یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہیئے۔ کہ مسیح موعود علیہ السلام کا انکار حقیقی کفر ہے جس سے انسان دائرہ اسلام سے ہی خارج ہو جاتا ہے۔ بلکہ یہ کفر دون کفر کا مضمون ہے۔ جس کے بیان کے لئے علیحدہ وقت ہے۔ یہ ایسی ہی بات ہے۔ جیسے حدیث میں ہے۔"من ترک الصلوٰۃ متعمداً فقد کفر" مگر بہر حال حضرت مسیح موعودؑ کے مقام کے تعین میں یہ ایک بڑا اہم حوالہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس دو ان کفر کے ہوتے ہوئے کوئی شخص حقیقی مومن کس طرح ہو سکتا ہے۔ یہ حقیقی مومن کی اصطلاح بھی قرآن مجید کی قائم کردہ ہے جیسے فرمایا ھم المومنون حقاً

اس حوالے کو آگے پڑھو اور دیکھو کیا لکھا ہے "نیز اس میں شک نہیں کہ جس پر خدا تعالیٰ کے نزدیک اول قسم کفر یا دوسری قسم کفر کی نسبت اتمام حجت ہو چکا ہے۔ وہ قیامت کے دن مواخذہ کے لائق ہے۔" اس سے آگے لکھا ہے:۔

"صحیح واقعات کو نہ ماننا گو عمداً نہ ہو تب بھی وہ نقصان رساں ہوتا ہے"
(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۸۱)

اب بتاؤ کہ مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت اور آپ کے دعاوی ایک صحیح دینی واقعہ ہے۔ یا نہیں پھر اس کا انکار کمی اور نقصان کا موجب۔ کس طرح نہیں۔ نقصان اور کمال جمع نہیں ہو سکتے۔ حضرت بابا نانک نے سچ فرمایا ہے:۔

مندے کمن نانکا جد کد مندا ہو۔

حضرت شاہزادہ عبداللطیف شہید ہماری جماعت کا ایک قابل تقلید اور عظیم الشان وجود تھا۔ اسے امیر کابل نے بار بار کہا کہ وہ مرزا کے قادیان کو چھوڑ دیں۔ جس سے ان کی مزید عزت افزائی ہوگی۔ ورنہ انہیں پتھر مار مار کر سنگسار کرایا جائے گا۔ کون شخص اپنے بچوں کو یتیم اور بیوی کو بیوہ کرنا چاہتا ہے۔ اگر مسیح موعود علیہ السلام کو مانے بغیر بھی ایمان کامل ہو سکتا تھا۔ تو فرمان نبوی" للنفسك عليك حق و لزوجك عليك حق" کے مطابق آپ حضرت اقدس کا انکار کر دیتے لیکن اس شخص نے اسے منافی ایمان سمجھا۔ اور اسی راہ میں جان دے دی۔ لیکن مامور وقت کا ساتھ نہ چھوڑا اور اس طرح لازوال زندگی پا گیا اے عبداللطیف تجھ پر سلام۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تاریخ احمدیت کے اس عظیم الشان اور ناقابلِ

فراموش واقعہ کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں :-

" یہی سچے مذہب اور سچے امام کی نشانی ہے۔ کہ جب کسی کو اس کی پوری معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور ایمانی شیرینی دل و جان میں رچ جاتی ہے تو ایسے لوگ اس راہ میں مرنے سے نہیں ڈرتے۔ ہاں جو سطحی ایمان رکھتے ہیں اور ان کے رگ وریشہ میں ایمان داخل نہیں ہوتا " وہ لالچ میں آجاتے ہیں :-
(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۴۷)

بس جس کا ایمان سطحی نہیں وہ مسیح موعود علیہ السلام کا انکار نہیں کر سکتا۔ یہ انہیں لوگوں کا کام ہے۔ جن کے رگ وریشہ میں ایمان داخل نہیں ہوتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عبد الحکم خان پٹیالوی کو لکھا :-

" ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا۔ وہ مسلمان نہیں ہے " (حقیقۃ الوحی)

یہ حوالہ بڑا توجہ طلب ہے۔ جو لوگ حقیقی مومن بننے کے لئے مسیح موعودؑ کو ماننا ضروری نہیں سمجھتے اور ان کا خیال ہے کہ کوئی شخص محض نماز و روزہ اور دوسرے احکام کو بجا لا کر بھی مسیح موعود علیہ السلام کو نہ مان کر بھی حقیقی مومن ہو سکتا ہے۔ میں ان سے پوچھتا ہوں۔ ان کے پاس اس صاف اور صریح حوالے کا کیا جواب ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا شخص دائرۂ اسلام سے نہیں نکل جاتا اور حقیقی کافر نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ کسی امتی کے انکار سے کوئی شخص حقیقی کافر نہیں ہو سکتا۔ اور جیسا کہ میں پیچھے تریاق القلوب کے حوالے سے بتا چکا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود فرما چکے ہیں کہ میرے انکار کی وجہ سے کوئی شخص

کافر نہیں ہو جاتا ہیں اس جگہ مسلمان نہیں اسکا مطلب یہی ہے کہ وہ حقیقی مسلمان نہیں۔ اگر اس مسلک سے انکار کرو گے تو حضرت اقدس کے مسلک سے بھٹک جاؤ گے اور تمہارے عقائد مسخ ہو جائیں گے۔

حضرت اقدس علیہ السلام حقیقۃ الوحی (صفحہ ۱۶۳) میں فرماتے ہیں۔

"جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔ کیونکہ میری سنت خدا اور رسول کی پیشگوئی موجود ہے۔" اب یہ بتاؤ کیا خدا اور رسول کو نہ ماننے والا بھی کامل اور حقیقی مومن ہو سکتا ہے۔

اس کتاب میں حضور فرماتے ہیں:۔

"غرض جس سلسلے میں عبد اللطیف شہید جیسے صادق اور ملہم خدا نے پیدا کئے جنہوں نے جان بھی اس راہ میں قربان کر دی۔ اور خدا سے الہام پا کر میری تصدیق کی۔ ایسے سلسلے پر اعتراض کرنا کیا یہ تقویٰ میں داخل ہے۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰۴)

دیکھو، مسیح موعود کے سلسلے کو غلط قرار دینا تقوےٰ کے منافی ہے۔ میں پوچھتا ہوں اگر حقیقی ایمان مسیح موعود علیہ السلام کے بغیر ہی حاصل ہو سکتا تھا تو آپ نے یہ نعرہ کیوں بلند کیا۔

آں کس کہ ہست از پئے آں یار بے قرار
رو صحبتش گزیں و قرارے درآں بجو
بر آستاں آنکہ زخود رفت بہر یار
چوں خاک باش و مرضی یارے دراں بجو

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰۴)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ جو لوگ آپ کے مرید نہیں ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے آپ نے اپنے مریدوں کو کیوں روکا ہے۔

جواب :- "ان لوگوں نے تقوٰے سے کام نہیں لیا۔۔۔ جو شخص حق کی مخالفت کرتا ہے۔ رفتہ رفتہ اس کا سلب ایمان ہو جاتا ہے۔"

(منظور الٰہی، ص ۲۲۹)

"جو شخص پیغمبر خُدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہ مانے وہ کافر ہے۔ مگر جو مہدی اور مسیح کو نہ مانے اس کا بھی سلب ایمان ہو جاتا ہے" (منظور الٰہی ص ۲۲۹)

"جو شخص خُدا کے ولی کے ساتھ دشمنی کرتا ہے۔ خداؔ کے ساتھ جنگ کرتا ہے۔ جس کے ساتھ خدا جنگ کرے اس کا ایمان کہاں"۔ (منظور الٰہی ص ۲۲۹)

مسیح موعود علیہ السلام کے بلند مقام کو سمجھنا ہو تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان الفاظ پر غور کرو۔

"مخالف کے پیچھے نماز بالکل نہیں ہوتی۔" (منظور الٰہی ص ۲۶۴)

پھر فرماتے ہیں :-

"تمہارے لئے حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر، مکذب اور متردد کے پیچھے نماز پڑھو بلکہ چاہیئے کہ تمہارا امام تم میں سے ہو۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک مجلس میں اپنی جماعت کے غیر کے پیچھے نماز نہ پڑھنے کا ذکر تھا۔ جس پر حضرت اقدسؑ نے فرمایا :-

"صبر کرو اور اپنی جماعت کے غیر کے پیچھے نماز مت پڑھو۔ بہتری اور نیکی اسی میں ہے۔ اور اس میں تمہاری نصرت اور فتح عظیم ہے۔ اور یہی اس جماعت

کی ترقی کا موجب ہے۔" (منظورِ الٰہی صـ۲۶۵)

بابو غلام مصطفےٰ صاحب میونسپل کمشنر وزیرآباد کو مخاطب کر کے مسیح موعودؑ کو ماننے یا نہ ماننے کے سلسلے میں فرمایا:۔

"میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ اس سوال کو حل کرنے کے لئے خوب غور و فکر کریں اور اسے معمولی اور چھوٹی سی بات نہ سمجھیں بلکہ یہ ایمان کا معاملہ ہے۔ جنت اور دوزخ کا سوال ہے۔ میرا انکار میرا انکار نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کا انکار ہے۔"

جو شخص میری تکذیب کرتا ہے۔ وہ میری تکذیب سے پہلے معاذ اللہ اللہ کو جھوٹا ٹھہراتا ہے۔۔۔۔ میری تکذیب کرو گے تو اسلام کو ہاتھ سے نہیں دینا پڑے گا۔۔۔ میری تکذیب کوئی آسان امر نہیں۔ یہ میں از خود نہیں کہتا بلکہ خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ حق یہی ہے۔۔۔۔ میرے اقرار سے خدا تعالیٰ کی تصدیق اور اس کی ہستی پر قوی ایمان پیدا ہوتا ہے۔۔۔۔ میں پھر کھول کر کہتا ہوں کہ میری تکذیب آسان امر نہیں۔ مجھے کافر کہنے سے پہلے خود کافر بننا ہوگا۔ مجھے بے دین اور گمراہ کہنے میں دیر ہوگی مگر پہلے اپنی گمراہی اور روسیاہی کو مان لینا پڑے گا۔

(منظورِ الٰہی صـ۲۸۶)

"جو لوگ میری مخالفت کرتے ہیں وہ ظاہر پرستی اور ظن سے کام لیتے ہیں

(منظورِ الٰہی صـ۳۰۲)

"اگر کسی شخص کے دل میں خداوند کا خوف ہو تو اس کا بدن کانپ جائے یہ کہنے کی جرأت کرتے ہوئے کہ میرا دعویٰ جھوٹا ہے۔ افسوس اور حیرت کی

جگہ ہے کہ ان لوگوں میں اتنا بھی ایمان نہیں جتنا اس شخص کا تھا۔ جو فرعون کی قوم سے تھا۔"

(منظورِ الٰہی، صفحہ ۳۰۵)

مہدی کے لئے کسوف و خسوف کی علامت کے پورا ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا :۔

"اس سے انکار کرنا بے ایمانی اور لعنت ہے۔"

(منظورِ الٰہی، صفحہ ۳۱۵)

مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے بے شمار نشانات اور آیات دکھائیں اور لکھا ہے :۔

"بغیر اس کی آیات کے دیکھنے کے ایمان تکمیل کو نہیں پہنچتا۔"

(منظورِ الٰہی، صفحہ ۲۶)

"آج خدا بھی وہی ہے۔ رسُول بھی وہی ہے۔ کتاب، کلمہ اور قبلہ بھی وہی ہے۔ لیکن لوگ اس چیز کو گنوا بیٹھے ہیں۔ جس کا نام خُدا سے تعلق اور جس کا نشان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بشرات رکھا ہے۔"

غور سے سنیئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے متعلق کیا فرماتے ہیں ؛

"چونکہ میں مسیح موعود ہوں اور خُدا نے عام طور پر میرے لئے آسمان سے نشان ظاہر کئے ہیں۔ پس جس شخص پر میرے مسیح موعود ہونے کے بارے میں خُدا کے نزدیک اتمامِ حجت ہو چکا ہے۔ اور میرے دعویٰ پر وہ اطلاع پا چکا ہے۔ وہ قابلِ مواخذہ ہے۔ کیونکہ خُدا کے فرستادوں سے دانستہ منہ پھیرنا ایسا امر نہیں ہے۔ کہ اس پر کوئی گرفت نہ ہو۔ اس گناہ کا دادخواہ میں نہیں ہوں

بلکہ ایک ہی ہے۔ جس کی تائید کے لئے ہیں بھیجا گیا۔ یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ میرا نہیں بلکہ اُس کا نافرمان ہے۔ جس نے میرے آنے کی پیشگوئی کی"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۶۸)

پھر عام مومنوں مسلمانوں ہی کے متعلق نہیں بلکہ صاحب وحی و الہام لوگوں کے متعلق آپ نے ضرورۃ الامام میں فرمایا کہ" وہ لوگ بھی امام وقت سے مستغنی نہیں ہو سکتے"۔ (ضرورۃ الامام صفحہ ۳)

پھر فرماتے ہیں "خدا نے یہی ارادہ کیا ہے کہ جو مسلمانوں میں سے علیحدہ رہے گا۔ وہ کاٹا جائے گا"۔ (تذکرہ صفحہ ۳۰)

"خدا نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے۔ اور اُس نے مجھے قبول نہیں کیا۔ وہ مسلمان نہیں۔ اور خدا تعالےٰ کے نزدیک قابلِ مواخذہ ہے"۔ (تذکرہ صفحہ ۶۰)

پھر ضرورۃ الامام ہی میں امام الزمان کا تعین کرتے ہوئے کہ وہ امام الزمان ہیں یوں فرماتے ہیں کہ :- اس کی پیروی تمام مسلمانوں اور زاہدوں اور خواب بینوں اور ملہموں کو کرنی خدا کی طرف سے فرض قرار دیا گیا ہے"۔ (ضرورۃ الامام صفحہ ۲۴)

فتح اسلام میں لکھتے ہیں :" تم انکار سے باز آؤ۔ تا تم خدا کے نزدیک ایک سرکش قوم نہ بنو"۔ (فتح اسلام صفحہ ۱۳)

" میری تکذیب تقویٰ کے برخلاف ہے"۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۴)

تحفۃ الندوہ میں لکھتے ہیں :-

ہر ایک مسلمان کو دینی امور میں میری اطاعت واجب ہے۔ اور مسیح موعود

ماننا واجب ہے۔ اور ہر ایک جس کو میری تبلیغ پہنچ گئی۔ گو وہ مسلمان ہے۔ مگر اپنا حکم نہیں ٹھہراتا۔ اور نہ مجھے مسیح موعود مانتا ہے۔ اور نہ میری وحی کو خدا کی طرف سے جانتا ہے۔ وہ آسمان پر قابلِ مواخذہ ہے۔"

(تحفۃ الندوہ، صک)

" میں حضرت قدس کا باغ ہوں جو مجھے کاٹنے کا ارادہ کرے گا، وہ خود کاٹا جائے گا۔ مخالف روسیاہ ہوگا۔ اور منکر شرمسار۔"

(نشانِ آسمانی)

" اگر میں خود دعوے کرتا ہوں تو بے شک مجھے جھوٹا سمجھو لیکن اگر خدا کا پاک نبی اپنی پیشگوئیوں کے ذریعہ سے میری گواہی دیتا ہے۔ اور خود میرا خدا میرے لئے نشان دکھلاتا ہے۔ تو اپنے نفسوں پر ظلم مت کرو۔ یہ مت کہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہمیں کسی مسیح وغیرہ کے قبول کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو مجھے قبول کرتا ہے۔ وہ اسے قبول کرتا ہے۔ جس نے میرے لئے آج سے تیرہ سو برس پہلے لکھا ہے۔ اور میرے وقت اور زمانہ اور میرے کام کے نشان بتلائے ہیں۔ اور جو مجھے رد کرتا ہے۔ اسے رد کرتا ہے۔ جس نے حکم دیا ہے۔ کہ اسے مانو۔" (ایام الصلح، ص ۹۳)

آئینہ کمالاتِ اسلام میں مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں "آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ ہر ایک مسلمان کو چاہیئے کہ اس کو قبول کرے اور اس کی مدد کرے۔" (ص ۲۰۳)

" جو شخص مجھے قبول نہیں کرتا وہ خدا سے لڑتا ہے۔" (تبلیغ رسالت)

کیا خُدا سے لڑنے والا بھی حقیقی مومن ہوا کرتا ہے۔"

"اگر یہ حکمت اور معرفت جو مردہ دلوں کو بے آب حیات کا حکم رکھتی ہے۔ دُوسری جگہ سے نہیں مل سکتی۔ تو تمہارے پاس اس جُرم کا کوئی عذر نہیں کہ تم نے اس سرچشمہ سے انکار کیا جو آسمان سے کھولا گیا۔" (ازالہ اوہام صـ۲)

"جن لوگوں نے انکار کیا اور جو انکار کے لئے مستعد ہیں۔ ان کے لئے ذلت اور خواری مقدّر ہے۔"

وہ بے وقوف یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ کیا یہ استقامت اور جرأت کسی کذاب کو بھی مل سکتی ہے۔ ۔ ۔ ۔ وہ نادان یہ بھی نہیں جانتے کہ جو شخص ایک غیبی پناہ سے بول رہا ہے۔ وہی اس بات سے مخصوص ہے کہ اس کے کلام میں شوکت اور ہیبت ہو۔ ۔ ۔ مجھے آہ کھینچ کر کہنا پڑتا ہے۔ کہ کھلے نشانوں کے طالب وہ تحسین کے لائق خطاب اور عزت کے لائق مرتبہ میرے خداوند کی جناب میں نہیں پاسکتے۔ جو ان راستبازوں کو ملیں گے جنہوں نے چھپے ہوئے بھید کو پہچان لیا۔ اور جو اللہ جلّ شانہ کی چادر کے تحت میں ایک چھپا ہوا بندہ تھا۔ اس کی خوشبو انہیں آگئی۔ ۔ ۔ ۔ مگر میرے اختیار میں نہیں کہ یہ زیرکی کسی کو دوں۔ ایک ہی ہے جو دیتا ہے۔ وہ جس کو عزیز رکھتا ہے ایمانی فراست اس کو عطا کرتا ہے۔" (آئینہ کمالات اسلام، صـ۳۴۹)

اب دیکھو حضرت اقدس تو اپنے نہ ماننے والوں کو مجرم قرار دیتے ہیں، جن کے لئے ذلّت و خواری مقدر ہے۔ اور انہیں روحانی لحاظ سے بے وقوف اور نادان کہتے ہیں۔ کہ وہ کسی تحسین اور عزت کے لائق خطاب اور عزت۔ خداوند

کی جناب میں نہیں بار سکے۔ اور انہیں ایمانی فراست سے محروم کہتے ہیں لیکن بعض نادانوں کے نزدیک ایسے لوگ کامل الایمان ہیں۔

حضرت اقدس سراج منیر میں فرماتے ہیں :" اے عقلمندو میرے کاموں سے مجھے پہچانو۔ اگر مجھ سے وہ کام اور وہ نشان ظاہر نہیں ہوتے جو خدا کے تائید یافتہ سے ظاہر ہوتے ہیں تو مجھے مت قبول کرو۔ لیکن اگر ظاہر ہوتے ہیں تو مجھے مت قبول کرو۔ اور لوگ ظاہر ہوتے ہیں تو اپنے تیئں اللہ ہلاکت کے گڑھے میں مت ڈالو۔۔۔ اے نادان انسان باز آجا کہ صاعقہ کے سامنے کھڑا ہونا تیرے لئے اچھا نہیں۔" (سراج منیر صفحہ ۶)

" انسان کی سعادت اسی میں ہے کہ جہاں روشنی کا پتہ لگا اس طرف دوڑے جہاں اس گم گشتہ دولت کا نشان پیدا ہو اس راہ کو اختیار کرے۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۱۲۹)

حضرت اقدس تو انسانی سعادت اس میں قرار دیتے ہیں کہ آپ کو مان لیا جائے۔

تذکرۃ الشہادتین میں آپ نے لکھا ہے۔" اب رہا میرا دعوے سو میرے دعوے کے ساتھ اس قدر دلائل ہیں کہ کوئی شخص نرا بے حیا نہ ہو تو اس کے لئے اس سے چارہ نہیں کہ میرے دعویٰ کو اسطرح مان لے جیسا کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کو مانا ہے۔"

" یہ تمام نشان اور علامات اور قرائن ایک خدا ترس کے لئے میرے قبول کرنے کے لئے کافی ہیں۔۔۔۔ جو شخص اترنے والا تھا وہ عین وقت پر اتر آیا

اور آج تمام نوشتے پورے ہو گئے۔ تمام نبیوں کی کتابیں اس زمانے کا حوالہ دیتی ہیں۔ ۔ ۔ ۔ اب ان تمام نشانوں کے بعد جو مجھے رد کرتا ہے۔ وہ مجھے نہیں تمام نبیوں کو رد کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے جنگ کر رہا ہے۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اس کے لئے بہتر تھا۔" (تذکرۃ الشہادتین، ۲۴ ۔ ۳۰)

آپ نے مشائخ صلحاء اہل اللہ، باصفا اور عباد اللہ الصالحین کو مخاطب کر کے جو فراست اور بصیرت رکھتے ہیں اور نہ صرف اٹکل سے بلکہ نور اللہ سے دیکھتے ہیں کہا یا۔

"ہر ایک خدا ترس پر لازم ہے کہ میری پیروی کرے۔"

(تبلیغ رسالت، ۶ : ۱۴۴)

ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں۔

"یہ بات نہایت صاف اور روشن ہے کہ جنہوں نے اس عاجز کو مسیح موعود مان لیا ہے۔ وہ لوگ ہر ایک خطرہ کی حالت سے محفوظ و معصوم ہیں۔ اور کئی طرح کے ثواب، اور اجر اور قوت ایمان کے وہ مستحق ٹھہر گئے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ اور ان تمام وساوس سے خلاصی پا گئے کہ جو انتظار کرتے کرتے ایک دن پیدا ہو جاتے ہیں اور آخر یاس کی حالت میں ایمان دار ہو جانے کا موجب ٹھہرتے ہیں۔ اور ان سعید لوگوں نے نہ صرف خطرات مذکورہ بالا سے خلاصی پائی بلکہ خدا تعالیٰ کا ایک نشان اور اس کے نبی کی پیشگوئی اپنی زندگی میں پوری ہوتی دیکھ کر ایمانی قوت میں بہت ترقی کر گئے۔ اور ان کے سماعی ایمان پر ایک معرفت کا رنگ آگیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ خدا کے بھیجے ہوئے بندے پر ایمان لا کر اس سخط اور غضب الٰہی سے بچ گئے

جوان نافرمانوں پر ہوتا ہے کہ جن کے حصہ میں بجز تکذیب و انکار کے اور کچھ نہیں۔ ۔ ۔ ۔ لیکن جو لوگ قبول نہیں کرتے وہ ان تمام سعادتوں سے محروم ہیں " (ازالہ اوہام)

" وہ خالص اسلام کی کشتی بھی ہے جس پر سوار ہونے کے لئے میں لوگوں کو بلاتا ہوں۔ اور اگر آپ جاگتے تو اٹھو اور اس کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ کہ طوفان زمین پر سخت جوش کر رہا ہے۔ اور ہر ایک جان خطرے میں ہے "۔
(آئینہ کمالات اسلام صـ ۲۶۱)

" میں اس جگہ ایک اور پیغام بھی خلق اللہ کو عموماً اور اپنے بھائی مسلمانوں کو خصوصاً پہنچاتا ہوں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبت مولیٰ کا راہ سیکھنے کے لئے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور غدارانہ زندگی کے چھوڑنے کے لئے مجھ سے بیعت کریں۔ (سبز اشتہار، صـ ۲۴)

" اس زمانے کا حصن حصین میں ہوں۔ جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور قزاقوں اور درندوں سے اپنی زندگی بچا لے گا۔ مگر جو شخص میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے۔ ہر طرف سے اس کو موت در پیش ہے۔ اور اس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی " (فتح اسلام صـ ۳۴)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معرکۃ الآراء مضمون گناہ سے نجات کیونکر ممکن ہے اور جس سے روس کا فلاسفر کاونٹ ٹالسٹائی گہرے طور پر متاثر ہوا تھا۔ اس کے سلسلے میں آپ سے پوچھا گیا کہ جب گناہوں سے بچنے کے لئے یہی معرفت

اور چمکتے ہوئے یقین کی ضرورت ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی عظمت اور گناہ کے خطرناک ہر سے آگاہ کرے تو ایسا یقین کیوں کر پیدا ہو۔ تو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:-

"اس کے لیئے اتنا ہی کہنا چاہتا ہوں کہ ایسے یقین کے خواہشمند کے لیئے ضروری ہے کہ وہ کونوا مع الصادقین" سے حصہ لے۔۔۔۔۔ میں اگر صادق نہیں تو جاؤ اور صادق تلاش کرو اور یقیناً سمجھو کہ اس وقت کوئی اور صادق نہیں مل سکتا۔"

(ڈائری ۱۲ دسمبر ۱۹۰۱ء)

"قرآن میں ہے :- من اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او کذب بآیاتہ۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بے شمار نشانات دکھلائے ہیں۔ انہیں جھٹلانے والا حقیقی مومن کس طرح ہو سکتا ہے؟

ایک مجلس میں جہاں حضرت امیر مولانا صدرالدین صاحب بھی تشریف فرما تھے مجھ پر سوال کیا گیا کہ ایک شخص نیک اور متقی ہے۔ نماز روزہ ادا کرتا اور خدا اور رسول کے تمام احکامات کو بجا لاتا ہے۔ لیکن مرزا صاحب کو نہیں مانتا تو کیا وہ حقیقی مومن ہے۔ اس سوال میں ایک غلطی تھی اور کچھ انداز یہ تھا کہ حاضرین مجلس کو جو احمدی نہ تھے بھڑکایا جائے۔ اس لئے مجھے نصف گھنٹہ سے زیادہ وقت لگ گیا کہ ان کے سوال کو ان سے درست کراؤں۔

چنانچہ انہوں نے اپنے سوال کو درست کر کے مجھ سے پوچھا کہ "جو شخص

اللہ تعالیٰ کے سب حکموں کو مانتا ہے۔ مگر ایک حکم کو نہیں مانتا یعنی مسیح موعود کا انکار کرتا ہے۔ اور اس پر اتمام حجت بھی ہو چکا ہے۔ تو کیا وہ حقیقی مومن ہو سکتا ہے؟

لیکن اس سے قبل کہ اپنا جواب آپ کو سناؤں پہلے آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ جواب کیا ہوگا۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ کو بتاؤں کہ یہی سوال قریباً انہیں الفاظ میں خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی کیا گیا۔ اور آپ نے اس کا جواب دیا تھا۔ آپ سے پوچھا گیا:۔

"ہم اللہ اور اس کی کتاب قرآن شریف اور اس کے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو صدق دل سے مانتے ہیں۔ اور نماز روزہ وغیرہ اعمال بھی بجالاتے ہیں۔ پھر ہمیں کیا ضرورت ہے کہ آپ کو بھی مانیں؟"

اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:۔

"دیکھو جس طرح جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کی کتاب کو ماننے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور ان کے احکام کی تفصیلات مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ، تقویٰ طہارت کو بجا نہ لاوے اور ان احکام کو جو تزکیہ نفس ترک شر اور حصول خیر کے متعلق نافذ ہوئے ہیں۔ چھوڑ دے وہ مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہے اور اس پر ایمان کے زیور سے آراستہ ہونے کا اطلاق صادق نہیں آ سکتا۔ اس طرح سے جو شخص مسیح موعودؑ کو نہیں مانتا یا ماننے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ وہ بھی

حقیقتِ اسلام اور غائیتِ نبوت، اور غرضِ رسالت سے بے خبر محض ہے۔ اور وہ اس بات کا حقدار نہیں ہے کہ اس کو سچا مسلمان، خدا اور اس کے رسولؐ کا سچا تابعدار اور فرمانبردار کہہ سکیں۔"

"کیونکہ جس طرح سے اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعہ سے قرآن شریف میں اور احکام دیئے ہیں اسی طرح سے آخری زمانہ میں ایک آخری خلیفہ کے آنے کی پیشگوئی بھی بڑے زور سے بیان فرمائی ہے۔ اس کے نہ ماننے والوں اور اس سے انحراف کرنے والوں کا نام فاسق رکھا ہے۔"

(حجۃ اللہ، تقریر لاہور)

حضرت مولانا محمد علی صاحب نے بھی اپنی معرکۃ الآرا کتاب "النبوۃ فی الاسلام" کے صہ ۲۱۴ پر بھی اسے نقل کیا ہے۔

اس طرح لیکچر سیالکوٹ میں حضرت اقدسؑ اسی سوال کو لے کر فرماتے ہیں۔

"بعض کا یہ خیال ہے کہ ہمیں کسی مسیح موعودؑ کے ماننے کی ضرورت نہیں۔ اور کہتے ہیں کہ گو ہم نے قبول کیا کہ حضرت عیلیؑ فوت ہو گئے ہیں۔ لیکن جبکہ ہم مسلمان ہیں نماز پڑھتے ہیں۔ روزہ رکھتے ہیں۔ اور احکام اسلام کی پیروی کرتے ہیں۔ تو پھر ہمیں کسی دوسرے کی ضرورت ہی کیا۔" پھر اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"لیکن یاد رہے کہ اس خیال کے لوگ سخت غلطی پر ہیں۔ اوّل تو وہ مسلمان

ہونے کا دعوےٰ کیونکر کر سکتے ہیں۔ جبکہ وہ خُدا اور رسول کے حکم کو نہیں مانتے حکم تو یہ تھا کہ جب وہ امام موعود ظاہر ہو تو تم بلا توقف اُس کی طرف دوڑو۔ اور اگر تمہیں گھٹنوں کے بل بھی چلنا پڑے تب بھی اپنے تئیں اس تک پہنچاؤ۔ لیکن اس کے برخلاف اب لاپرواہی اختیار کی جاتی ہے۔ کیا یہی اسلام ہے۔ اور یہی مسلمانی ہے۔ ــــ اے لوگو تمہیں صبر اور تقوےٰ کی تعلیم دی گئی ہے۔ تمہیں جلد بازی اور بدظنی کس نے سکھلائی۔ کون سا نشان ہے جو خُدا نے ظاہر نہیں کیا۔ کون سی دلیل ہے۔ جو خُدا نے پیش نہ کی۔ پر تم نے قبول نہ کیا۔ اور خُدا کے حکموں کو دلیری سے ٹال دیا۔ میں اس زمانہ کے حیلہ گر لوگوں کو کس سے تشبیہہ دوں۔ وہ اس مکار سے مشابہ ہیں۔ کہ روز روشن میں آنکھیں بند کر کے کہتا ہے۔ کہ سورج کہاں ہے؟ اے اپنے نفس کو دھوکا دینے والے پہلے اپنی آنکھ کھول پھر تجھے سورج دکھائی دے گا۔ خُدا کے مرسل کو کافر کہنا سہل ہے۔ مگر ایمان کی باریک راہوں میں اس کی پیروی کرنا مشکل ہے۔

خُدا کے فرستادہ کو دجال کہنا نہایت آسان ہے۔ مگر اس کی تعلیم کے موافق تنگ دروازہ میں سے داخل ہونا یہ دشوار امر ہے۔

ہر ایک جو کہتا ہے کہ مجھے مسیح موعود کی پرواہ نہیں۔ اس کو ایمان کی پرواہ نہیں۔ ایسے لوگ حقیقی ایمان اور نجات اور سچی پاکیزگی سے لاپرواہ

ہیں:

قرآن مجید میں خلفائے اسلام کے منکروں کو فاسق قرار دیا گیا ہے۔ جیسے آیت "استخلاف" کا اختتام ان الفاظ میں ہے۔

"فاولئک ھم الفاسقون"

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشاد گرامی میرے سامنے تھا۔

"من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ الجاھلیۃ"

خود حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے۔ "میرا انکار دو دھاری تلوار پہ ہاتھ مارنے کے برابر ہے"۔ اور ازالہ اوہام میں آپ نے فرمایا ہے۔ "ہر ایک وہ شخص جس پر توبہ کا دروازہ بند نہیں عنقریب دیکھ لے گا کہ میں اپنی طرف سے نہیں ہوں۔ کیا وہ آنکھیں بینا ہیں جو صادق کو شناخت نہیں کر سکتیں۔ کیا وہ بھی زندہ ہے جس کو اس آسمانی صدا کا احساس نہیں"۔ (ازالہ اوہام صٖ ۳۰۳) اور فتح اسلام میں تحریر فرمایا:۔ "اس زمانے کا حصن حصین میں ہوں۔ جو مجھ میں داخل ہوتا ہے۔ چوروں۔ قزاقوں اور درندوں سے اپنی زندگی بچا لے گا۔ مگر جو شخص میری دیواروں سے دور رہنا چاہتا ہے۔ ہر طرف سے اس کو موت در پیش ہے۔ اور اس کی لاش بھی سلامت نہیں رہے گی"۔ (فتح اسلام صٖ ۳۴)

منکروں کو مخاطب کرتے ہوئے آپ نے سراج منیر میں لکھا۔

" اے نادان انسان باز آجا کہ صاعقہ کے سامنے کھڑا ہونا تیرے لئے اچھا نہیں" اور فتح اسلام میں لکھا :۔

" تم انکار سے باز آجاؤ۔ تا تم خدا کے نزدیک سرکش قوم نہ ٹھہرو" (ص۱۳)

حقیقۃ الوحی میں ہے کہ :۔

" میری تکذیب تقوے کے برخلاف ہے" (ص۱۴۲) نشان آسمانی میں تحریر فرمایا :۔ " مخالف روسیاہ ہوگا اور منکر شرمسار" (نشان آسمانی)

" خدا نے یہی ارادہ فرمایا ہے کہ جو مسلمانوں میں سے علیحدہ رہے گا وہ کاٹا جائے گا" خدا نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے۔ اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا۔ وہ مسلمان نہیں اور قابل مواخذہ ہے"

منکروں کے لئے کسوف و خسوف کی علامت کے پورا ہونے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا :۔ " اس سے انکار کرنا بے ایمانی اور لعنت ہے" آپ نے اپنے منکروں کو سفہاء، خنزیر، کا مورد، تقویٰ القلب سے خالی قرار دیا ہے ان کے حال سے پناہ مانگی ہے۔ انہیں اشقیا دیہہ سے قرار دیا ہے۔ اور دل کی کجی کی علامت ٹھہرایا ہے۔ انہیں ضال، جادہ صواب سے منحرف، تشتّی القلب اور نور ایمان سے خالی قرار دیا ہے۔ اور " الاستفتاء " میں لکھا ہے کہ

" اتمام حجت کے بعد بھی جو مامور کا انکار کرتا ہے۔ اس پر لعنت ہے۔"

لیکن اس کے ساتھ ہی میرے سامنے قرآن مجید کا وہ حکم بھی تھا، جو موسیٰ اور ہارون کو دیا گیا۔ کہ فرعون کے دربار میں جاؤ۔ اسے سمجھاؤ۔ لیکن "قولا لہ قولا لینا" کہ نرم گفتاری سے کام لینا۔ چنانچہ اس کے باوجود کہ میرے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ بالا تمام ارشادات تھے۔ میں نے بڑی نرمی سے انہیں جواب دیا کہ ایسے لوگوں پر اگر اتمام حجت ہو چکا ہے۔ تو وہ حقیقی مومن نہیں ہوں گے۔ کیونکہ وہ گویا خدا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے فرمودات سے انکار کرنے والے ہیں۔ میرے جوابات کے بعد حضرت امیر قوم ایدہ اللہ بندہ العزیز نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ جو جوابات اس وقت دیئے گئے ہیں۔ اور جو معتقدات یہاں پیش کئے گئے ہیں وہی ہمارے معتقدات ہیں۔

جو شخص اس سچے، حقیقی، واقعی اور قطعی جواب کو اپنے معتقدات کی مسخ شدہ شکل قرار دیتا ہے۔ مجھے معاف کیا جائے اگر میں یہ عرض کروں کہ اس کے اپنے معتقدات مسخ شدہ ہیں۔ اور وہ یقیناً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمودات، ہدایات، تعلیمات اور علم کلام سے بے گانہ یا منحرف ہے میں آپ کو یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعودؑ کے کیا ۱ ہیں۔ اور تیرہ سو سال کے اولیاء و ابدال و اقطاب کے زمرے میں رہتے ہوئے آپ کو ان سے کیا فضیلت حاصل ہے۔ اور حضرت مسیح موعودؑ کے مقام اور منصب میں کیا فرق ہے؟ لیکن وقت

ختم ہو رہا ہے۔

آخر میں میں بھی عرض کروں گا، خدا نے ایک عظیم نعمت سے ہمیں نوازا ہے۔ اس کی بے قدری نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کی ایک سب سے بڑی برکت تم میں نازل ہوئی ہے۔ کسی بزدلی اور مداہنت سے اسے بے قیمت نہ قرار دو۔

وہ ایک مضبوط چٹان ہے۔ جس پر وہ گرتی ہے۔ اسے پاش پاش کر دیتی ہے۔ اور جو اس پر گرتا ہے۔ وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔

مبارک ہیں وہ جنہوں نے اپنے دامن کو اس کے دامن سے وابستہ کیا ہے مبارک ہیں وہ جنہوں نے اس کا صحیح مقام سمجھا ہے۔ مبارک ہیں وہ جو پارٹی کی کثرت سے نہیں بلکہ مل کر اس کے پاک مشن کو زمین کے کناروں تک پہنچائیں گے۔ کہ وہی اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ لوگ ہیں۔

احساناتِ الٰہی

مخالفین کے ناروا سلوک اور اپنے دعاوی کی صداقت کے متعلق چند اشعار

اے خدا اے کارساز و عیب پوش و کردگار ۔۔۔ اے مرے پیارے مرے محسن مرے پروردگار
کس طرح تیرا کروں اے ذوالمنن شکر و سپاس ۔۔۔ وہ زباں لاؤں کہاں سے جس سے ہو یہ کاروبار
بدگمانوں سے بچایا مجھکو خود بن کر گواہ ۔۔۔ کر دیا دشمن کو اک حملہ سے مغلوب اور خوار
کام جو کرتے ہیں تیری رہ میں پاتے ہیں جزا ۔۔۔ مجھ سے کیا دیکھا کہ یہ لطف و کرم ہے بار بار
تیرے کاموں سے مجھے حیرت ہے اے میرے کریم ۔۔۔ کس عمل پر مجھ کو دی ہے خلعتِ قرب و جوار
کرمِ خاکی ہوں مرے پیارے نہ آدم زاد ہوں ۔۔۔ ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار
یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند ۔۔۔ ورنہ درگہ میں تیری کچھ کم نہ تھے خدمت گذار
دوستی کا دم جو بھرتے تھے وہ سب دشمن ہوئے ۔۔۔ پر نہ چھوڑا ساتھ تو نے اے مرے حاجت برار
اے مرے یارِ یگانہ اے مری جاں کی پناہ ۔۔۔ بس ہے تو میرے لئے مجکو نہیں تجھ بن بکار
میں تو مر کر خاک ہوتا گر نہ ہوتا تیرا لطف ۔۔۔ پھر خدا جانے کہاں یہ پھینکدی جاتی غبار
اے فدا ہو تیری رہ میں میرا جسم و جان و دل ۔۔۔ میں نہیں پاتا کہ تجھ سا کوئی کرتا ہو پیار
ابتدا سے تیرے ہی سایہ میں میرے دن کٹے ۔۔۔ گود میں تیری رہا میں مثلِ طفلِ شیرخوار
نسلِ انساں میں نہیں دیکھی وفا جو تجھ میں ہے ۔۔۔ تیرے بن دیکھا نہیں کوئی بھی یارِ غمگسار
لوگ کہتے ہیں کہ نالائق نہیں ہوتا قبول ۔۔۔ میں تو نالائق بھی ہو کر پا گیا درگہ میں بار
اس قدر مجھ پر ہوئیں تیری عنایات و کرم ۔۔۔ جن کا مشکل ہے کہ تا روزِ قیامت ہو شمار
آسماں میرے لئے تو نے بنایا اک گواہ ۔۔۔ چاند اور سورج ہوئے میرے لئے تاریک و تار
تو نے طاعوں کو بھی بھیجا میری نصرت کیلئے ۔۔۔ تا وہ پورے ہوں نشاں جو ہیں سچائی کا مدار
ہو گئے بیکار سب حیلے جب آئی وہ بلا ۔۔۔ ساری تدبیروں کا خاکہ اڑ گیا مثلِ غبار

سرزمین ہند میں ایسی ہے شہرت مجکو دی
جیسے ہووے برق کا اک دم میں ہر جا انتشار

پھر دوبارہ ہے اُتارا تُو نے آدم کو یہاں
تا وہ نخلِ راستی اس ملک میں لاوے ثمار

لوگ سُو بک بک کریں تیرے مقاصد اور ہیں
تیری باتوں کے فرشتے بھی نہیں ہیں رازدار

ہاتھ میں تیرے ہے ہر خسران و نفع و عسر و یسر
تو ہی کرتا ہے کسی کو بینوا یا بختیار

جس کو چاہے تختِ شاہی پر بٹھا دیتا ہے تو
جس کو چاہے تخت سے نیچے گرا دے کر کے خوار

میں بھی ہوں تیرے نشانوں سے جہاں میں اک نشاں
جس کو تُو نے کر دیا ہے قوم و دیں کا افتخار

فانیوں کی جاہ و حشمت پر بلا آوے ہزار
سلطنت تیری ہے جو رہتی ہے دائم برقرار

عزت و ذلت یہ تیرے حکم پر موقوف ہیں
تیرے فرماں سے خزاں آتی ہے اور بادِ بہار

میرے جیسے کو جہاں میں تُو نے روشن کر دیا
کون جانے اے مرے مالک ترے بھیدوں کی سار

تیرے اے میرے مربی کیا عجائب کام ہیں
گرچہ بھاگیں جبر سے دیتا ہے قسمت کے ثمار

ابتدا سے گوشۂ خلوت رہا مجھ کو پسند
شہرتوں سے مجکو نفرت تھی ہر اک عظمت سے عار

پر مجھے تُو نے ہی اپنے ہاتھ سے ظاہر کیا
میں نے کب مانگا تھا یہ تیرا ہی ہے سب برگ و بار

اسمیں میرا جرم کیا جب مجکو یہ فرماں ملا
کون ہوں تا رد کروں حکمِ شہِ ذی الاقتدار

اب تو جو فرماں ملا اس کا ادا کرنا ہے کام
گرچہ میں ہوں بس ضعیف و ناتوان و دل فگار

دعوتِ ہر ہرزہ گو کچھ خدمت آساں نہیں
ہر قدم میں کوہ ماراں ہر گذر میں دشتِ خار

چرخ تک پہنچے ہیں میرے نعرہ ہائے روز و شب
پر نہیں پہنچی دلوں تک جاہلوں کے یہ پکار

قبضۂ تقدیر میں دل ہیں اگر چاہے خدا
پھیر دے میری طرف آجائیں پھر بے اختیار

گر کرے معجز نمائی ایک دم میں نرم ہو
وہ دلِ سنگیں جو ہووے مثلِ سنگِ کوہسار

ہائے میری قوم نے تکذیب کر کے کیا لیا
زلزلوں سے ہو گئے صدہا مساکن مثلِ غار

شرط تقوےٰ تھی کہ وہ کرتے نظر اس وقت پر
شرط یہ بھی تھی کہ کرتے صبر اور کچھ دن قرار

کیا وہ سارے مرحلے طے کر چکے تھے علم کے
کیا نہ تھی آنکھوں کے آگے کوئی رہ تاریک و تار

دل میں جو ارماں تھے وہ دل میں ہمارے رہ گئے
دشمنِ جاں بن گئے جن پر نظر تھی بار بار

ایسے کچھ بگڑے کہ اب بنتا نظر آتا نہیں
آہ کیا سمجھے تھے ہم اور کیا ہوا ہے آشکار

کس کے آگے ہم کہیں اس دردِ دل کا ماجرا
ان کو ہے ملنے سے نفرت بات سننا درکنار

کیا کروں کیونکر کروں میں اپنی جاں زیر و زبر
کس طرح میری طرف دیکھیں جو رکھتے ہیں نقار

اسقدر ظاہر ہوئے ہیں فضلِ حق سے معجزات
دیکھنے سے جن کے شیطاں بھی ہوا ہے دلفگار

پر نہیں اکثر مخالف لوگوں کو شرم و حیا
دیکھ کر سو سو نشاں پھر بھی ہے توہیں کاروبار

صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہے خوفِ کردگار

دن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کا ہم پہ رات ہے
اے مرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بیقرار

اے مرے پیارے فدا ہو تجھ پہ ہر ذرہ مرا
پھیر دے میری طرف اے ساربان جگ کی مہار

کچھ خبر لے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے
خاک میں ہوگا یہ سر گر تو نہ آیا بن کے یار

فضل کے ہاتھوں سے اب اسوقت کر میری مدد
کشتیٔ اسلام تا ہو جائے اس طوفاں سے پار

میرے سقم و عیب سے اب کیجئے قطعِ نظر
تا نہ خوش ہو دشمنِ دیں جس پہ ہے لعنت کی مار

میرے زخموں پر لگا مرہم کہ میں رنجور ہوں
میری فریادوں کو سن میں ہو گیا زارو زار

دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفےٰ
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار

کیا سلائے گا مجھے تو خاک میں قبل از مراد
یہ تو تیرے پر نہیں امید اے میرے حصار

یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار

قوم میں فسق و فجور و معصیت کا زور ہے
چھا رہا ہے ابرِ یاس اور رات ہے تاریک و تار

ایک عالم مر گیا ہے تیرے پانی کے بغیر
پھیر دے اب میرے مولےٰ اسطرف دریا کی دھار

اب نہیں ہیں ہوش اپنے ان مصائب میں بجا
رحم کر بندوں پہ اپنے تا وہ ہوویں رستگار

کس طرح نپٹیں کوئی تدبیر کچھ بنتی نہیں
بے طرح پھیلی ہیں یہ آفات ہر سو ہر کنار

ڈوبنے کو ہے یہ کشتی آ مرے اے ناخدا
آ گیا اس قوم پر وقتِ خزاں اندر بہار

نور دل جاتا رہا اور عقل موٹی ہو گئی
اپنی گجرائی پہ ہر دل کر رہا ہے اعتبار

جس کو ہم نے قطرۂ صافی تھا سمجھا اور نقی
غور سے دیکھا تو کیڑے اس میں بھی پائے ہزار

دُور بینِ معرفت سے گند نکلا ہر طرف
اس وبا نے کھا لئے ہر شاخِ ایماں کے ثمار

اے خدا بن تیرے ہو یہ آبپاشی کس طرح
جل گیا ہے باغِ تقوئے دیں کی ہے اب اک خزار

تیرے ہاتھوں سے مئے پیالے اگر کچھ ہو تو ہو
ورنہ فتنہ کا قدم بڑھتا ہے ہر دم سیل وار

اک نشاں دکھلا کہ اب دیں ہو گیا ہے بے نشاں
اک نظر اس طرف تا کچھ نظر آوے بہار

کیا کہوں دُنیا کے لوگوں کی کہ کیسے ہو گئے
کس قدر ہے حق سے نفرت اور ناحق سے پیار

عقل پر پردے پڑے سُو سُو نشاں کو دیکھ کر
نُور سے ہو کر الگ چاہا کہ ہو دیں اہلِ نار